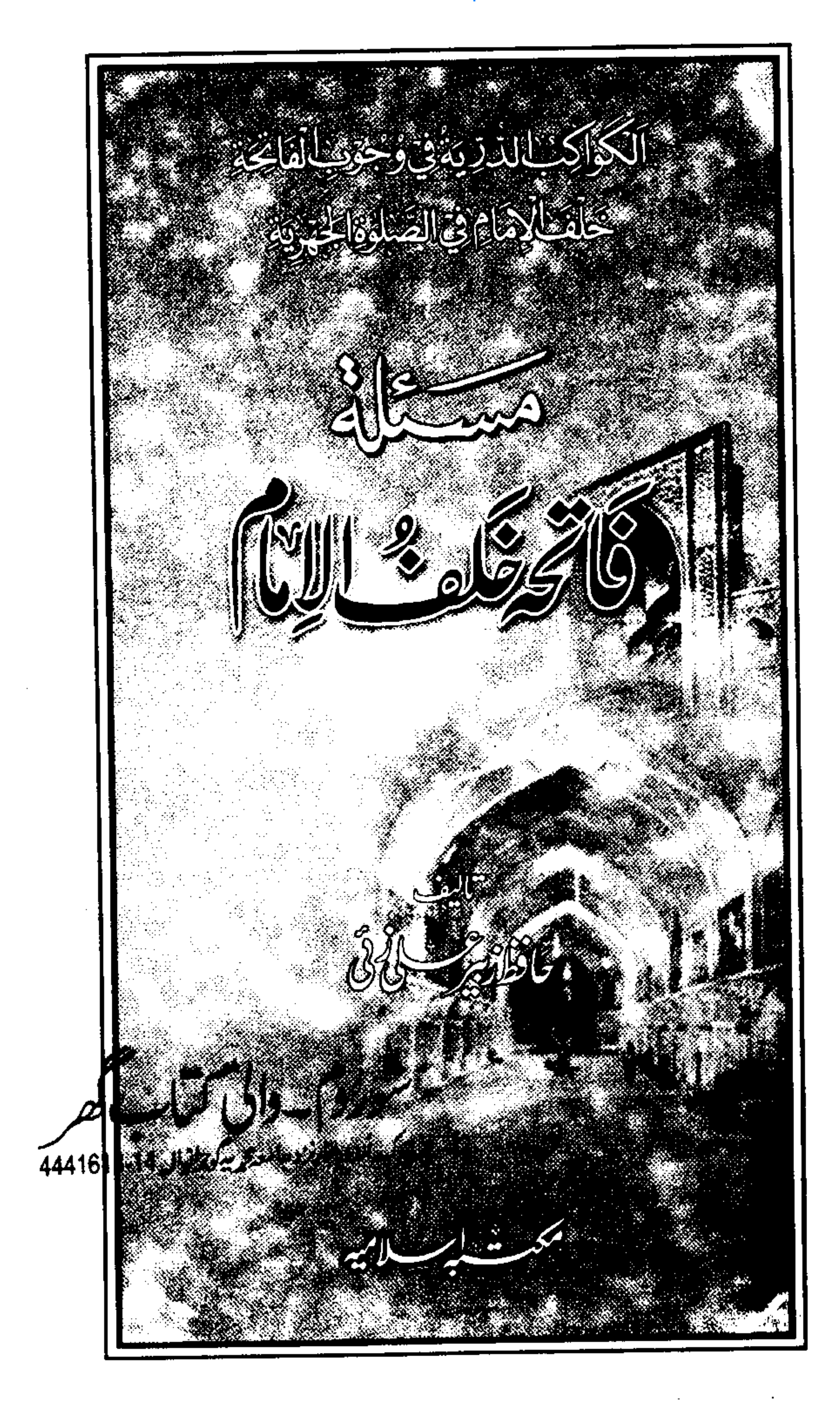
الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة
خلف الإمام في الصلوة الجهرية

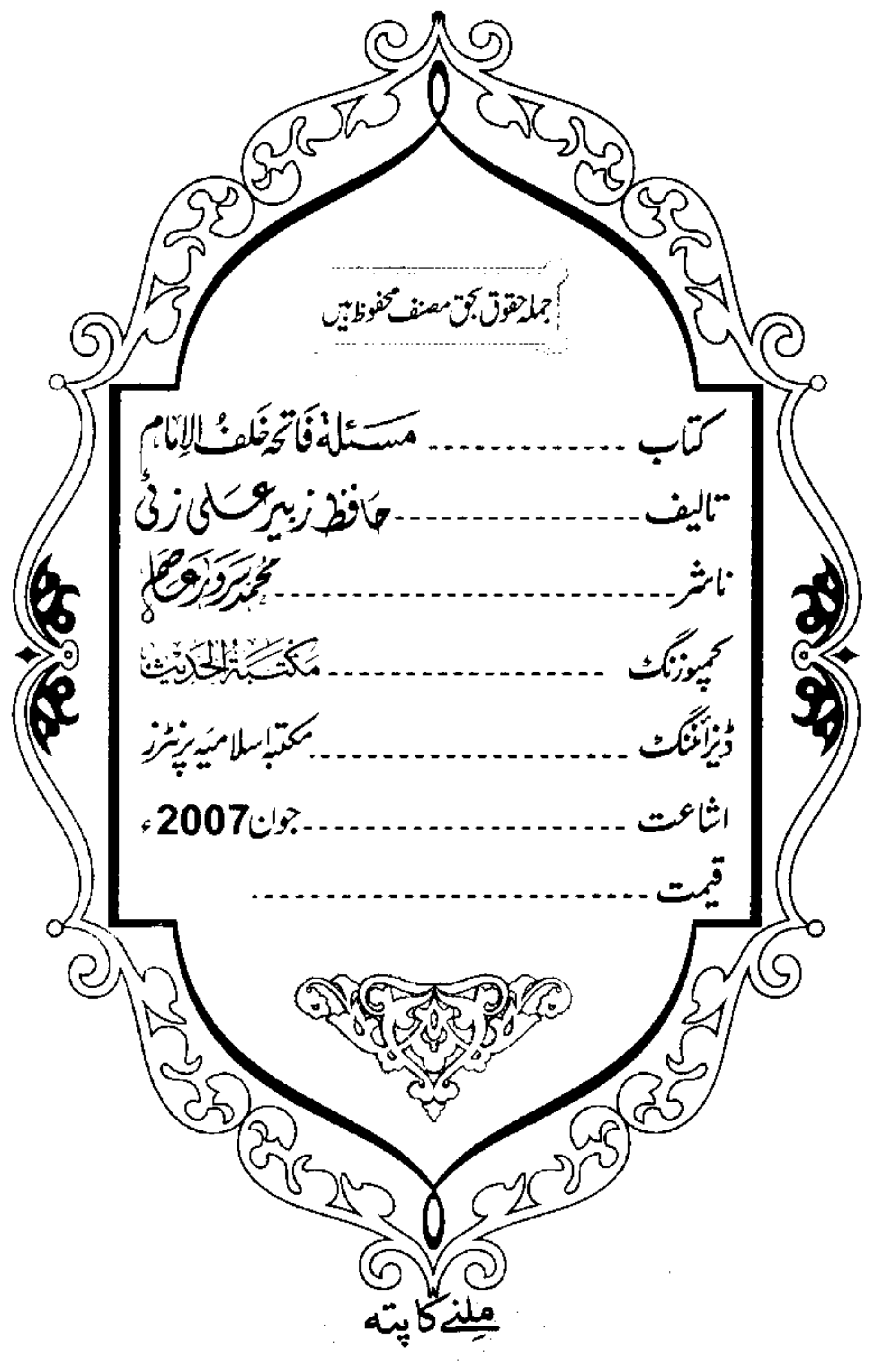
مسئلہ
فاتحہ خلف الامام

تالیف

حافظ زبیر علی زئی

مکتبہ اسلامیہ


الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة
خلف الإمام في الصلوة الجهرية
مسئلة
فاتحہ خلف الإمام
تالیف
حافظ زبیر علی زئی
مکتبہ اسلامیہ



کتاب .... مسئلۂ فاتحہ خلف الامام

تالیف .... حافظ زبیر علی زئی

ناشر .... محمد سرور عاصم

کمپوزنگ .... مکتبۃ الحدیث

ڈیزائننگ .... مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز

اشاعت .... جون 2007ء

قیمت ....

ملنے کا پتہ

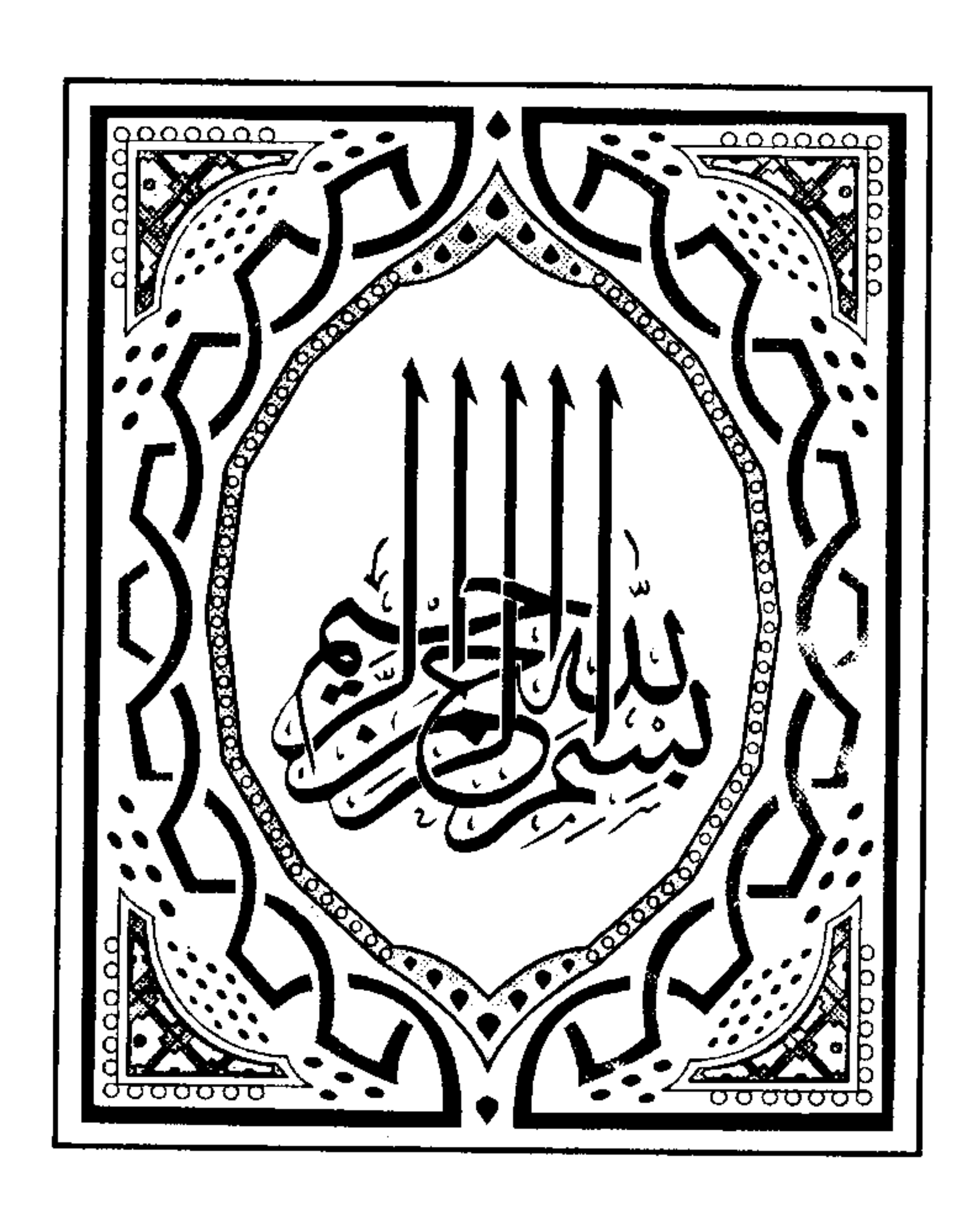
مکتبہ اسلامیہ

لاہور بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار فون : 042-7244973

فیصل آباد بیرون امین پور بازار کوتوالی روڈ فون : 041-2631204

اٹک مکتبۃ الحدیث حضرو فون : 057-2310571

فہرست


بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدِّمَة

إن الحمد لله نحمده ، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ، وأشهد أن لاإله إلا الله وحده لا شريك له و(أشهد) أن محمداً عبده ورسوله. أما بعد فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد (ﷺ) وشر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة وقال ﷺ :((وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.))

دینِ اسلام میں کلمۂ توحید کے بعد دوسرا رکن نماز ہے، قیامت کے دن (اُمتِ محمدیہ ﷺ سے) سب سے پہلے نماز کے بارے میں سوال ہوگا۔ اگر نماز صحیح ہوئی تو بندہ کامیاب ہوگیا اور اگر فاسد نکلی تو پھر ذلت اور نقصان مقدر ہے۔

(ابوداود ح ۸۶۶، ابن ماجہ ح ۱۴۲۶، حاکم ۱/۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۳، احمد ۴/۶۵، ۱۰۳، ۵/۳۷۷، الاوائل للطبرانی ح ۲۳)

متواتر احادیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ (جزء القراءت للبخاری ح ۲)

یہ ارشادِ نبوی عام ہے اس میں مرد، عورت، امام، مقتدی اور منفرد سب شامل ہیں۔ اس کے باوجود بعض لوگ دن رات فاتحہ خلف الامام کی مخالفت پر کمربستہ ہیں حالانکہ مقتدی کے بارے میں صریح اور متواتر احادیث موجود ہیں جیسا کہ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے۔

مخالفین فاتحہ خلف الامام کے نزدیک امام اور منفرد پر بھی پوری نماز میں سورۂ فاتحہ فرض نہیں ہے لیکن وہ اپنے اس ''مسلک'' کو عوام کے سامنے بیان کرنے سے شرماتے ہیں۔

اردو مارکیٹ میں فاتحہ خلف الامام کے خلاف جو کچھ لٹریچر موجود ہے آٹھ حصوں پر منقسم ہے:

۱: مردود روایات



۲: غیر صریح اور غیر متعلق دلائل جن میں فاتحہ خلف الامام کا ذکر نہیں ہے۔

۳: تناقضات

۴: خیانتیں

۵: محدثین کی توہین

۶: گھٹیا اور بازاری زبان

۷: جہالتیں

۸: اکاذیب

① مردود روایات

مثلاً:

۱: " کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بأم الکتاب فھي خداج إلاوراء الإمام "

(کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۳۶، احسن الکلام ۲/۲۹۴ ط دوم، تحقیق مسئلہ فاتحہ خلف الامام از بشیر احمد ص ۴۱، ۴۲، مجموعہ رسائل از اوکاڑوی ۱/۴۲، ۴۷)

حالانکہ یہ روایت مردود ہے۔ کتاب القراءت میں ہی اس پر شدید جرح موجود ہے نیز اس کا ایک بنیادی راوی "ابوسعید محمد بن جعفر الخصیب الہروی" نامعلوم ہے۔

۲: عن ابن عباس قال :قال رسول اللہ ﷺ :"کل صلوٰۃ لا یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فلا صلوٰۃ لہ إلا وراء الإمام "

(کتاب القراءت ص ۱۴۷، قراءۃ خلف الامام از قاری چمن محمد دیوبندی ص ۲۰)

حالانکہ یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ اس کتاب کے باب اول کے آخر میں آرہا ہے (ص ۷۷) اس کی سند کے چار راوی نامعلوم ہیں اور خود سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فاتحہ خلف الامام بسند صحیح ثابت ہے۔

(کتاب القراءت للبیہقی ص ۴۷ ح ۱ وقال : " ھذا إسنادصحیح ، لاغبار علیہ ")

۳: عن بلال قال:" أمرني رسول اللہ ﷺ أن لا أقرأ خلف الإمام "



(کتاب القراءت ص ۱۳۵، قراۃ خلف الامام ص ۲۰)

یہ روایت بھی موضوع ہے، اس میں اسماعیل بن الفضل کذاب ہے، دیکھئے کتب الرجال اوراسی کتاب کے باب اول کا آخری حصہ (ص ۷۸)

٤: ''خاتمۃ الکلام'' کے مصنف فقیر اللہ دیوبندی نے اپنی کتاب کے ص ۳۸۶ پر احمد بن الصلت الحمانی، اورص ۳۸۷ پر احمد بن عطیہ کی سند سے دو اقوال پیش کئے ہیں، احمد بن الصلت اور احمد بن عطیہ مذکور ایک ہی شخص ہے اوراس کے کذاب ومردود الروایہ ہونے پر اجماع ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۱/۱۴۰ ترجمہ: ۵۵۵، لسان المیزان ۱/۲۰۸ ترجمہ: ۸۳۸)

② غیر صریح اور غیر متعلق دلائل

مثلاً: " وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون ''

(احسن الکلام ۱/۹۰ مجموعہ رسائل ۱/۲۴۲، قراۃ خلف الامام ص ۸، تدقیق الکلام از عبدالقدیر دیوبندی ۱/۲۹ "وإذا قـــرا فانصتوا" ''الدلائل السنیۃ ص ۱۰۶، از محمد امان اللہ ابوبکر محمد کریم اللہ۔ اسی کتاب کا اردو ترجمہ ص ۸۸، رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ نماز ص ۱۴۵، از مفتی جمیل احمد نذیری، نماز پیغمبر ص ۱۳۸، از محمد الیاس فیصل، نماز مسنون ص ۳۳۶ از صوفی عبدالحمید سواتی)

حالانکہ درج بالا آیت کریمہ میں نہ امام کا ذکر ہے اور نہ مقتدی کا، اسی طرح اس میں سورۂ فاتحہ کا بھی ذکر نہیں ہے بلکہ یہ آیت مشرکین کے رد میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر قرطبی ۱/۱۲۱)

ثانی الذکر حدیث ۱/۴۱۷، ح ۶۲/۴۰۴ میں فاتحہ خلف الامام کا ذکر نہیں۔ خود اس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جہری اور سری دونوں نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کے قائل وفاعل تھے۔ (دیکھئے فصل ثانی) لہٰذا یہ حدیث ماعدا الفاتحہ پر محمول یا منسوخ ہے۔ اس قسم کے غیر صریح اور غیر متعلق '' دلائل'' کو فاتحہ خلف الامام کے خلاف پیش کرنا انتہائی مذموم

حرکت ہے، کیونکہ فاتحہ کی تخصیص صریح وصحیح دلائل سے ثابت ہے اور اصول میں یہ مقرر ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

③ تناقضات

خاتمۃ الکلام کے مصنف نے (ص ۳۳۵) پر طبرانی کی ایک روایت سے استدلال کیا اور پھر (ص ۳۳۸) پر خود ہی اسے ضعیف قرار دیا۔ اس قسم کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

④ خیانتیں

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت فاتحہ خلف الامام کی صراحت کے ساتھ ثابت ہے جبکہ متعدد مخالفین سورۂ فاتحہ خلف الامام نے اس حدیث کا صرف پہلا حصہ نقل کر کے فاتحہ کی ممانعت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، دیکھئے مجموعہ رسائل (۳۶/۱)۔ حالانکہ متعدد ثقہ راویوں نے اس حدیث میں فاتحہ خلف الامام کا استثنا بھی بطور جزم ذکر کیا ہے لہٰذا صرف آدھی حدیث نقل کرنا عظیم خیانت ہے۔ یہ پوری حدیث آگے آ رہی ہے۔

⑤ محدثین کی توہین

مانعین فاتحہ خلف الامام نے مسلکی تعصب کی وجہ سے محدثین کی توہین کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ مثلاً امام بیہقی کی عدالت، امامت، امانت اور جلالت پر اجماع ہے، رحمہ اللہ علیہ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: " هو الحافظ العلامة الثبت ، شيخ الإسلام "

(سیر اعلام النبلاء: ۱۶۳/۱۸)

فقیر اللہ دیوبندی " خاتمۃ الکلام " میں لکھتا ہے: "حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب وہ حدیث جس کی بنیاد پر امام بیہقی نے یہ رام کہانی گھڑی ہے۔" (ص ۲۹۰) فقیر اللہ مذکور کی جہالت کے بارے میں دیکھئے " جہالتیں "

عبدالقدیر صاحب نے تدقیق الکلام (۹۷/۱) میں امام بیہقی کے خلاف باب باندھا ہے۔

زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی فرماتے ہیں: "ان محدثین کا ظلم سنو" (تقریر الترمذی ۱۰۴/۳)

محدثین کے خلاف یہ ساری دشمنی صرف پارٹی بازی اور فرقہ واریت پر مبنی ہے حالانکہ محدثین کی حیثیت دینِ اسلام کے پاسبانوں کی ہے۔

امام احمد بن سنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ليس في الدنيا مبتدع إلا وهو يبغض أهل الحديث"

دنیا میں جتنے بھی بدعتی ہیں وہ سب اہل الحدیث (محدثین) سے بغض رکھتے ہیں۔

(عقیدۃ السلف رشیخ الاسلام الصابونی ص ۱۰۲ علامات اہل البدع وسندہ صحیح)

⑥ گھٹیا اور بازاری زبان

مثلاً عبدالقدیر صاحب لکھتے ہیں: "اس بات کو مصنف خیر الکلام شیر مادر سمجھ کر پی گئے ہیں اور ان کے بڑھاپے میں شیر خوار ہونے پر زیادہ تعجب ہے" (تدقیق الکلام ۱/۱۷۰)

شیخ الاسلام، حجۃ الاسلام، شیخ القرآن والحدیث، الامام الثقۃ المتقن الحجۃ المحدث، الفقیہ الأصولی محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ تو خیر سے جماعت محدثین میں سے ہیں۔ صاحبِ تدقیق تو اپنے ہی ایک ہم مسلک (لیکن معتدل) بھائی علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اندھا اور بہرہ بنا دیا" (تدقیق الکلام ج ۱ ص ۲۰۵)

یعنی علامہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اندھے اور بہرے تھے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون

⑦ جہالتیں

حسین احمد (مدنی) ٹانڈوی، مشہور صحابی سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں: "کیونکہ بعض کے راوی عبادہ ہیں جو مدلس ہیں"

(توضیح الترمذی ص ۴۳۶، ۴۳۷، واللفظ للاخیر مطبوعہ مدنی بک ڈپو۔ مدنی نگر، کلکتہ ۵۱)

سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدلس کہنا بہت بڑی جہالت ہے۔ فقیر اللہ دیوبندی خاتمۃ الکلام میں متعدد مقامات پر شیخ ناصر الدین البانی کو "مرحوم" لکھتے ہیں۔

(دیکھئے ص ۱۹، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۲، ۲۲۲، ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۴۷، ۲۵۴، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۴۳، ۳۴۶، ۳۶۶)

حالانکہ شیخ البانی بفضل اللہ بقید حیات ہیں اور اردن میں ان سے رابطہ بھی ممکن ہے۔
(یہ ۱۹۹۷ء کی بات ہے، اب شیخ البانی رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں آپ کی وفات ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ بمطابق اکتوبر ۱۹۹۹ء عمان اردن میں ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

⑧ اکاذیب

فاتحہ خلف الامام کے خلاف جملہ کتب کا ایک بڑا حصہ اکاذیب وافتراءات پر مشتمل ہے۔ مثلاً:

۱: سرفراز خان صفدر صاحب ''احسن الکلام'' میں سولھویں حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم سے اسرائیل نے بیان کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے موسیٰ بن ابی عائشہ نے بیان کیا، وہ عبداللہ بن شداد سے اور وہ حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں'' (۲۸۰/۱، بحوالہ موطأ محمد بن الحسن الشیبانی)

حالانکہ موطأ مذکور میں ''جابر رضی اللہ عنہ'' کا واسطہ موجود نہیں ہے۔

۲: سرفراز خان صفدر صاحب، امام محمد بن اسحاق بن یسار کے بارے میں لکھتے ہیں:

''لیکن محدثین اور ارباب جرح وتعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی اور اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے۔'' (۷۰/۲)

درج بالا سارا بیان کذب وافترا پر مبنی ہے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کو جمہور نے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے۔

اس کا اعتراف حنفیوں کے امام عینی وغیرہ نے بھی کیا ہے، نیز دیکھئے نور العینین فی مسئلہ رفع الیدین طبع کراچی ص ۲۸، ۲۹، ۳۰ وطبع جدید ص ۴۲، ۴۵

۳: حبیب الرحمٰن صدیقی کاندھلوی اپنے رسالہ ''فاتحہ خلف الامام'' میں لکھتے ہیں:

''امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ادرك الركوع مع الإمام فقد ادرك الركعة (سنن الکبریٰ ۹۰/۴)

جس نے امام کے ساتھ رکوع پایا اس نے رکعت پالی'' (ص۱۰۱، الطبع اول)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث نہ تو السنن الکبریٰ میں موجود ہے اور نہ حدیث کی کسی دوسری کتاب میں۔

محقق اہلِ حدیث جناب مولانا خواجہ محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حالانکہ سرے سے یہ حدیث ہی کوئی نہیں ہے'' (قد قامت الصلوٰۃ ص۲۴۲ اول، ص۲۷۸ دوم)

لہٰذا معلوم ہوا کہ کاندھلوی ہی اس حدیث کے وضع کرنے کے ساتھ متہم ہے۔

۴: متعدد مانعین فاتحہ خلف الامام نے صحیح مسلم (۱/۱۷۴ ح ۶۲/۴۰۴) کی ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ والی طویل حدیث کے متن میں '' وإذا قرأ فأنصتوا '' کے الفاظ شامل کر کے اردو دان طبقہ کے سامنے پیش کیے ہیں، مثلاً دیکھئے احسن الکلام (۱/۱۸۹) مجموعہ رسائل (۱/۲۷) فاتحہ خلف الامام ص۴، قراءۃ خلف الامام ص۱۱ وغیرہ۔ حالانکہ یہ الفاظ اصل متن میں قطعاً شامل نہیں ہیں بلکہ دوسری سند کے ساتھ ایک علیحدہ ٹکڑے کی صورت میں لکھے ہوئے ہیں۔

دیکھئے صحیح مسلم (۱/۱۷۴ ح ۴۰۴)

۵: عبدالقدیر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

'' قال في التقريب نافع بن محمود بن الربيع مجهول من الثالثة''

(تدقیق الکلام ۲/۴۸)

اس کلام کی دقت تو اللہ ہی جانتا ہے، تاہم تقریب میں ''مجہول'' کا لفظ قطعاً موجود نہیں ہے۔

۶: قاری چمن محمد صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ ''کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من كان له امام فقراءة الإمام له قراءة (موطا امام مالک) '' (قرآۃ خلف الامام ص۳۲)

حالانکہ یہ روایت موطأ امام مالک میں قطعاً موجود نہیں ہے۔

قاری صاحب کے اس رسالہ کے رد میں راقم الحروف نے ایک مضمون ''نور الظلام'' لکھا تھا۔ اس کے بعد فریقین کے درمیان خط کتابت کچھ عرصہ جاری رہی جس میں قاری

صاحب نے مذکورہ بالا حوالے کی صحت پر اصرار کیا اور یہ دعویٰ بھی کیا کہ کاتب کی غلطی نہیں ہے، جب محترم نثار احمد صاحب اور محترم طارق الشافعی نے ان سے اس سلسلہ میں ملاقات کی تو ان دونوں کے سامنے زبانی اس بات کا اقرار کیا کہ یہ حوالہ غلط ہے، یہ ساری کارروائی ہمارے ریکارڈ میں محفوظ ہے۔

۷: چمن محمد صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت ابوسعید الخدری فرماتے ہیں: **لا صلوٰة الابفاتحة الکتاب وما تیسر** (ابوداود: ۱/۱۱۸) کہ فاتحہ اور ما تیسر کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ (قرآة خلف الامام ص ۳۲)''

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ سنن ابی داود میں قطعاً موجود نہیں ہے، قاری صاحب نے اس قسم کے اور بھی کئی غلط حوالے لکھے ہیں جن کی تفصیل ''نور الظلام'' میں درج ہے۔

راقم الحروف نے قاری صاحب کے رسالہ کا مفصل جواب ''**نورا لظلام في مسئلة الفاتحة خلف الإمام**'' کے نام سے لکھا ہے جو ابھی تک غیر مطبوع ہے، **یسر الله لنا طبعه**

غرض اس قسم کے متعدد اکاذیب وافتراءات ان کتابوں میں موجود ہیں جو فاتحہ خلف الامام کے خلاف لکھی گئی ہیں حالانکہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے، بلکہ اس کی حرمت پر دیگر ادیان عالم بھی متفق ہیں۔ ہماری یہ مختصر کتاب ان آٹھ برائیوں سے پاک ہے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ **والحمد لله**، اس کتاب میں صرف ان احادیث سے حجت پکڑی گئی ہے جو ہر لحاظ سے صحیح یا حسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب وسنت پر ثابت قدم رکھے اور کتاب وسنت پر ہی ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین یارب العالمین **وما علینا إلا البلاغ**

(۱۹۹۷ء)



مقدمة التحقيق

[نصر الباری کا مقدمہ]

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَاهَادِيَ لَهٗ وَأَشْهَدُأَنْ لَّآإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ أَمَّا بَعْدُ:

فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَالْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّالْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَاوَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا أَعْمَالَكُمْ۝﴾ [۴۷/محمد:۳۳]

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى)) [رواہ البخاری فی صحیحہ: ۷۲۸۰]

اسلام کی بنیاد پانچ (ستونوں) پر ہے۔

1. لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینا۔
2. اقامتِ صلوٰۃ: نماز۔ 3. ادائیگی زکوٰۃ۔ 4. حج۔
5. اور رمضان کے روزے۔ [صحیح بخاری: ۸ و صحیح مسلم: ۱۹/۱۶۔ ترقیم دارالسلام: ۱۱۱]

نماز میں سورۂ فاتحہ کا مسئلہ انتہائی اہم ہے۔ متواتر حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَاصَلٰوةَ اِلَّابِأُمِّ الْقُرْآنِ)) سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ [دیکھئے یہی کتاب ح ۱۹۲]

اسی وجہ سے علمائے اسلام نے سورۂ فاتحہ کے موضوع پر کئی کتابیں لکھی ہیں۔مثلاً :

امیر المومنین فی الحدیث وامام الدنیا فی فقہ الحدیث، شیخ الاسلام ابوعبداللہ البخاری کی جزء القراءت اور امام بیہقی کی کتاب القراءت خلف الامام وغیرہ۔

اس وقت آپ کے ہاتھ میں امام بخاری کی: ''جُزْءُ الْقِرَاءَةِ'' اَلْمَشْهُوْرُ بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ یا ''خَيْرُ الْكَلَامِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ'' کے نام سے مشہور کتاب ہے۔

اس کتاب کے مرکزی راوی: محمود بن اسحاق الخزاعی القواس ہیں۔

حافظ ابن حجر نے ان کی بیان کردہ ایک حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

[موافقۃ الخبر الخبر ج ۱ص ۴۱۷]

محدثین کا حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا، ان کی طرف سے اس حدیث کے ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ دیکھئے نَصْبُ الرَّايَةِ لِلزَّيْلَعِيْ (۱/۱۴۹،۳/۲۶۴)

محمود بن اسحاق مذکور سے تین ثقہ راوی روایت کرتے ہیں:

① ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ الملاحمی (۳۱۲ھ۔۳۹۵ھ)

② ابوالعباس احمد بن محمد بن الحسین الرازی الضریر (م۳۹۹ھ)

[تاریخ بغداد: ۱۳/ ۴۳۸۔ الارشاد للخلیلی: ۳/ ۹۷۴۔ تذکرۃ الحفاظ: ۳/ ۱۰۲۹ت ۹۵۷]

③ ابوالفضل احمد بن علی بن عمرو السلیمانی البیکندی البخاری (۳۱۱ھ۔۴۰۴ھ)

[تذکرۃ الحفاظ: ۳/ ۱۰۳۶ت ۹۶۰]

محمود بن اسحاق مذکور: حافظ ابن حجر کے نزدیک ثقہ وصدوق اور حسن الحدیث ہیں، کسی محدث نے انھیں مجہول نہیں کہا۔ بعض کذابین کا چودھویں، پندرھویں صدی میں انھیں مجہول کہنا سرے سے مردود ہے۔ دیکھئے مقدمہ طبعہ اولیٰ: جزء رفع الیدین للبخاری ص ۱۳۔ ۱۴، لراقم الحروف۔

محمود بن اسحاق البخاری القواس کا تذکرہ: تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۲۵ص ۸۳ پر موجود ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا:

''وحَدَّثَ و عَمَّرَ دَهْرًا'' اور اس نے حدیثیں بیان کیں اور لمبی عمر پائی۔

محدث ابویعلیٰ خلیلی قزوینی (م۴۴۶ھ) نے لکھا ہے:

"وَ مَحْمُوْدٌ هٰذَا آخِرُ مَنْ رَوٰى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْمَاعِيْلَ أَجْزَاءً بِبُخَارٰى وَمَاتَ مَحْمُوْدٌ سَنَةَ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثِيْنَ وَ ثَلَاثِمِائَةٍ"

اور (امام) بخاری سے ان کے (تصنیف کردہ) اجزاء، محمود نے سب سے آخر میں بخارا میں بیان کئے ہیں اور محمود ۳۳۲ھ میں فوت ہوئے۔

[الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ج۳ ص۹۶۸ ت۸۹۵]

محمود بن اسحاق کا شاگرد: الملاحمی بھی ثقہ ہے۔ (تاریخ بغداد: ۱/۳۵۶ ت۲۸۵)

معلوم ہوا کہ اس کتاب کی نسبت امام بخاری تک صحیح ہے، اس لیے بعض الناس کا عصر حاضر میں اس نسبت پر جرح کرنا باطل ہے۔

امام بیہقی وغیرہ اکابر علماء نے امام بخاری کی کتاب القراءت سے استدلال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اسے امام بخاری کی تصنیف کردہ کتاب ہی سمجھتے ہیں۔

فاتحہ خلف الامام کے دلائل و آثار کا کچھ خلاصہ درج ذیل ہے:

① قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ﴾

اور ہم نے آپ (ﷺ) کو سات دہرائی جانے والی آیتیں اور قرآن عظیم عطا کیا۔ [۱۵/الحجر: ۸۷]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ہی سات دہرائی جانے والی آیتیں ہیں۔

[صحیح بخاری: ۲/۶۸۰ رقم الحدیث: ۴۷۰۴، کتاب التفسیر: سورۃ الحجر]

مفسر قرآن قتادہ بن دعامہ (تابعی) نے کہا:

"فَاتِحَةُ الْكِتَابِ تُثْنٰى فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ مَّكْتُوْبَةٍ أَوْ تَطَوُّعٍ"

فرض ہو یا نفل، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ دہرائی جاتی ہے۔

[تفسیر عبدالرزاق: ۱۴۵۶، تفسیر ابن جریر الطبری: ج۱۴ ص۳۹ وسندہ صحیح]

② قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾

اور قرآن سے جو میسر ہو پڑھو۔ [۷۳/المزمل:۲۰]

اس آیت کریمہ سے ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص حنفی (احکام القرآن: ج ۵ ص ۳۶۷) اور ملا ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی (الہدایہ اولین: ج ۱ ص ۹۸ باب صفۃ الصلوٰۃ) وغیرہما نے نماز میں قراءت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔ نصر بن محمد السمرقندی الحنفی (متوفی ۳۷۵ھ) نے لکھا ہے:

" فِيْ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَيُقَالُ: فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِيْ جَمِيْعِ الصَّلَوَاتِ"

اس سے رات کی نماز مراد ہے اور کہا جاتا ہے کہ قرآن میں سے جو میسر ہو اسے تمام نمازوں میں پڑھو۔ [تفسیر سمرقندی: ۳/۴۱۸]

﴿مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ سے مراد سورۂ فاتحہ ہے۔ جیسا کہ سنن ابی داود (ح ۸۵۹ حسن) وغیرہ سے ثابت ہے۔

ابوبکر الجصاص (متوفی ۳۷۰ھ) کے بارے میں حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"وَكَانَ يَمِيْلُ إِلَى الْإِعْتِزَالِ وَ فِيْ تَصَانِيْفِهٖ مَا يَدُلُّ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ مَسْأَلَةِ الرُّؤْيَةِ وَغَيْرِهَا۔" یہ معتزلہ کی طرف مائل تھا۔ اس کی کتابوں میں جو کچھ ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ (مثلاً دیکھئے) مسئلہ رؤیت (باری تعالیٰ کو دیکھنا) وغیرہا۔ [تاریخ الاسلام للذہبی: ج ۲۶ ص ۴۳۲]

یعنی یہ شخص معتزلی تھا۔ ڈاکٹر محمد حسین الذہبی نے لکھا ہے:

"هٰذَا وَ قَدْ ذَكَرَهُ الْمَنْصُوْرُ بِاللّٰهِ فِيْ طَبَقَاتِ الْمُعْتَزِلَةِ وَسَيَأْتِيْكَ فِيْ تَفْسِيْرِهٖ مَايُؤَيِّدُ هٰذَا الْقَوْلَ۔"

اسے منصور باللہ نے طبقات المعتزلہ میں ذکر کیا ہے اور آپ اس کی تفسیر میں اس قول کی تائید پائیں گے۔ [التفسیر والمفسرون: ج ۲ ص ۴۳۸]

③ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾

اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرے۔ [۵۳/النجم: ۳۹]

④ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی:
﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً﴾
اور عاجزی وخوف کے ساتھ اپنے دل میں اپنے رب کا ذکر کر۔ [۷/الاعراف:۲۰۵]
اس کی تشریح میں حافظ ابن حزم اندلسی (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:
"وَلَيْسَ فِيْهَا إِلَّا الْأَمْرُ بِالذِّكْرِ سِرًّا وَتَرْكُ الْجَهْرِ فَقَطْ۔"
اور اس میں صرف اس بات کا حکم ہے کہ سراً (خفیہ) ذکر کیا جائے اور جہر ترک کر دیا جائے۔ [المحلی: ج ۳ ص ۲۳۹ مسئلہ ۳۶۰]
تفصیل کے لیے دیکھئے توضیح الکلام (ج ۱ ص ۱۰۲۔۱۱۸)
⑤ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾
(جب وہ قرآن سنتے ہیں تو) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس ہمیں گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ دے۔ [۵/المائدۃ:۸۳]
اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو کتاب وسنت کے مطابق ضروری کلام کیا جا سکتا ہے۔
⑥ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَاِذَا يُتْلٰی عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ﴾
اور جب ان پر (قرآن) پڑھا (سنایا) جاتا ہے تو کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے یقیناً یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بے شک ہم پہلے سے ہی مسلمان ہیں۔ [۲۸/القصص:۵۳]
⑦ وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی:
﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾
اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال باطل (ضائع) نہ کرو۔ [۴۷/محمد:۳۳]
⑧ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ

عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

اور رسول تمھیں جو دے وہ لے لو اور جس (چیز) سے وہ منع کرے اس سے رک جاؤ۔ [۵۹/الحشر:۷]

⑨ وَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن) اتارا ہے، تاکہ آپ لوگوں کے لیے اس کا بیان (تشریح) کریں جو ان کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ [۱۶/النحل:۴۴]

احادیث مرفوعہ

① عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔))

اس کی نماز نہیں (ہوتی) جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔

[جزء القراءۃ ح:۲۔ صحیح البخاری:۷۵۶۔ صحیح مسلم:۳۴۔۳۶/۳۹۴۔ ترقیم دار السلام:۸۷۴۔۸۷۶]

② ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلّٰى صَلٰوةً وَلَمْ يَقْرَاْ بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَهِيَ خِدَاجٌ، ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ۔)) جو شخص نماز پڑھے اور (اس میں) سورۂ فاتحہ نہ پڑھے وہ (نماز) ناقص (باطل) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین دفعہ فرمائی، مکمل نہیں ہے۔

[جزء القراءۃ:۱۱۔ صحیح مسلم:۳۹۵۔ دار السلام:۸۷۸]

③ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَاُ فِيْهَا بِاُمِّ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ))

ہر وہ نماز، جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

[سنن ابن ماجہ:۸۴۰۔ احمد ۶/۲۷۵ ح ۲۶۸۸۸]

④ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ صَلٰوةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ))
ہر نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

[جزء القراءۃ:۱۴۔ ابن ماجہ:۸۴۱]

⑤ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ))
جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

[کتاب القراءۃ للبیہقی: ص۵۰ ح۱۰۰ وسندہ صحیح]

⑥ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((لَا صَلٰوةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ)) قراءت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

[صحیح مسلم:۳۹۶۔ جزء القراءۃ:۱۵۳]

⑦ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((فِي كُلِّ صَلٰوةٍ يُقْرَأُ)) ہر نماز میں قراءت کی جاتی ہے۔

[جزء القراءۃ:۱۳۔ صحیح البخاری:۷۷۲۔ صحیح مسلم:۳۹۶]

⑧ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((اِقْرَءُوْا ......)) تم سب قراءت کرو۔ [جزء القراءۃ:۷۳۔ ابوداود:۸۲۱ وسندہ صحیح]

⑨ ایک بدری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تکبیر کہہ، پھر قراءت کر، پھر رکوع کر۔ [جزء القراءۃ:۱۰۳ وھو صحیح]

خاص دلائل

① انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں سے) فرمایا:
((فَلَا تَفْعَلُوْا وَلْيَقْرَأْ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِهٖ))
پس ایسا نہ کرو اور تم میں سے ہر آدمی سورۂ فاتحہ اپنے دل میں (سراً) خاموشی سے پڑھے۔ [جزء القراءۃ:۲۵۵۔ ابن حبان:۴۵۸، ۴۵۹ والکواکب الدریہ ص۹۱ وھو صحیح]

فقیر اللہ المخلص ''الاثری'' الدیوبندی، نام کا ایک متروک الحدیث شخص الکواکب الدریہ کا رد کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''حالانکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جزء القراءۃ میں: عن رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ذکر کیا ہے۔ عن انس کی حدیث کو ذکر ہی نہیں کیا تو اس سے حجت کیسے پکڑی؟''

[رسالہ فاتحہ خلف الامام علی زئی کا رد: ص۱۳]

فقیر اللہ مذکور کو میرے شاگرد ابو ثاقب محمد صفدر بن غلام سرور الحضروی نے اس سلسلے میں (۶ مارچ ۲۰۰۰ء کو) ایک خط لکھا تھا جس کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی ہی میں عافیت سمجھی۔ اس خط کی نقل رجسٹری محفوظ ہے۔ والحمدللہ (رجسٹری نمبر ۱۱۲۹، پوسٹ آفس حضرو)

تنبیہ: جزء القراءۃ میں یہ روایت یقیناً موجود ہے اور سابقہ صفحے پر اس کا حوالہ گزر چکا ہے۔

② ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں سے) فرمایا:

((فَلَا تَفْعَلُوْا إِلَّا أَنْ يَّقْرَأَ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِهٖ))

پس ایسا نہ کرو مگر یہ کہ تم میں سے ہر آدمی سورۂ فاتحہ اپنے دل میں (سراً) پڑھے۔ [جزء القراءۃ: ۶۷ والکواکب الدریہ: ص۲۹ وھو صحیح]

③ نافع بن محمود (تابعی) عبادہ بن الصامت (صحابی) رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں سے) فرمایا:

((لَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَإِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْبِهَا))

سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو، کیونکہ جو (سورۂ فاتحہ) نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ [کتاب القراءۃ للبیہقی: ص۶۴ ح۱۲۱ وسندہ حسن، وصححہ البیہقی]

ایک سند میں یہ الفاظ ہیں:

((لَا يَقْرَأَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ إِذَا جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ))

جب میں جہر کے ساتھ قراءت کر رہا ہوتا ہوں تو تم میں سے کوئی شخص بھی سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھے۔

[سنن النسائی: ۹۲۱۔ جزء القراءۃ: ۶۵۔ الکواکب الدریہ: ص۲۹]

(یادرہے کہ) نَافِعُ بْنُ مَحْمُوْدٍ: ثِقَةٌ وَثَّقَهُ الْجَمْهُوْرُ۔ (نافع بن محمود ثقہ ہیں، انھیں جمہور محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے)

④ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں سے) فرمایا:

((فَلَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ)) سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ نہ پڑھو۔

[جزء القراءۃ: ٦٣ والکواکب الدریہ: ص ٣٥ وسندہ حسن]

⑤ محمد بن اسحاق عن مکحول عن محمود بن الربیع (رضی اللہ عنہ) عن عبادہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقتدیوں سے) فرمایا:

((فَلَا تَفْعَلُوْا إِلَّا بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَإِنَّهُ لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِهَا))

سورۂ فاتحہ کے علاوہ کچھ بھی نہ پڑھو۔ جو اسے نہ پڑھے یقیناً اس کی نماز نہیں ہوتی۔ [جزء القراءۃ: ٢٥٧ والکواکب الدریہ: ص ٤١]

محمد بن اسحاق حسن الحدیث، وثقہ الجمہور ہیں۔ ان کی متابعت علاء بن الحارث نے کی ہے۔

[دیکھئے کتاب القراءۃ للبیہقی ص ٦٢ ح ١١٥، والکواکب الدریہ: ص ٤٦]

مکحول کا مدلس ہونا ثابت نہیں ہے۔ [دیکھئے طبقات المدلسین بتحقیقی: ٣/١٠٨]

انھیں صرف ابن حبان اور ذہبی نے مدلس قرار دیا ہے۔ یہ دونوں ارسال کو بھی تدلیس سمجھتے ہیں۔

[دیکھئے الثقات لابن حبان: ٦/ ٩٨، الموقظۃ للذہبی: ص ٤٧۔ میزان الاعتدال: ٤/ ٣٢٦]

لہٰذا جب تک کوئی دوسرا محدث ان کی متابعت نہ کرے یا واضح دلیل نہ ہو صرف ان کا مدلس قرار دینا کافی نہیں ہے۔

⑥ معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (جو کہ مقتدی تھے) فرمایا:

((إِنَّ هٰذِهِ الصَّلٰوةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْءٌ مِّنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْاٰنِ۔))

اس نماز میں لوگوں کی باتوں میں سے کوئی چیز جائز نہیں ہے، یہ تو تسبیح، تکبیر اور قراءتِ قرآن (کا نام) ہے۔

[صحیح مسلم: ۵۳۷۔ جزء القراءۃ: ۶۹، ۷۰ والکواکب الدریہ: ص۴۹]

جس طرح مقتدی تسبیح وتکبیر کہتا ہے اسی طرح وہ (سورۂ فاتحہ کی) قراءتِ قرآن کرتا ہے۔

⑦ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سکتوں میں) خاموش ہوتے تو وہ آپ کے پیچھے (فاتحہ کی) قراءت کرتے تھے اور جب آپ پڑھ رہے ہوتے تو وہ قراءت نہ کرتے۔

[کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۲۶ ح ۳۰۱ وسندہ حسن۔ الکواکب الدریہ: ص۴۸]

⑧ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ ثُمَّ ارْكَعْ))

جب نماز کی اقامت ہو جائے تو تکبیر کہہ، پھر (فاتحہ کی) قراءت کر، پھر (امام کے ساتھ) رکوع کر۔ [جزء القراءۃ: ۱۱۳ وسندہ صحیح]

⑨ رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَمَا تَيَسَّرَ ثُمَّ ارْكَعْ))

جب نماز کی اقامت ہو جائے تو تکبیر کہہ، پھر سورۂ فاتحہ پڑھ اور جو میسر ہو، پھر رکوع کر۔ [شرح السنہ للبغوی: ج ۳ ص ۱۰ ح ۵۵۴ و قال: هذا حديث حسن]

یہاں "وَمَـا تَيَسَّـرَ" کا تعلق سری نمازوں سے ہے نہ کہ جہری نمازوں سے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۔ واضح رہے کہ سری نمازوں میں بھی وَمَـا تَيَسَّـرَ واجب نہیں ہے۔ دیکھئے جزء القراءۃ: ۸

آثارِ صحابہ

① عمر رضی اللہ عنہ نے قراءت خلف الامام کے بارے میں فرمایا:

ہاں (پڑھو)...... اگر چہ میں پڑھ رہا ہوں۔ [جزء القراءۃ: ۵۱ وھو صحیح]



۲ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فاتحہ خلف الإمام کے بارے میں فرمایا:

((اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ))

اسے (فاتحہ کو) اپنے دل میں (سراً) پڑھو۔ [جزء القراءة:۱۱و صحیح مسلم:۳۹۵]

اور فرمایا:

((إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ بِأُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاقْرَأْ بِهَا وَاسْبِقْهُ))

جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو، تو بھی اسے پڑھ اور اس سے پہلے ختم کر لے۔

[جزء القراءة:۲۸۳ وسندہ صحیح]

ایک روایت میں ہے کہ سائل نے کہا تھا:

جب امام جہری قراءت کر رہا ہو تو میں کیا کروں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ))

اسے اپنے دل میں (سراً) پڑھو۔ [جزء القراءة:۷۳ وسندہ حسن وھو صحیح بالشواھد]

۳ ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے قراءت خلف الامام کے بارے میں فرمایا:

((بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)) سورۂ فاتحہ (پڑھ)

[جزء القراءة:۱۱، ۱۰۵ وسندہ حسن۔ الکواکب الدریۃ: ص ۶۸، ۶۹]

۴ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد فرمایا:

((أَجَلْ إِنَّهٗ لَا صَلٰوةَ إِلَّا بِهَا)) جی ہاں، اس (فاتحہ) کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ [مصنف ابن ابی شیبہ:۱/۳۷۵ ح ۳۷۷۰ وسندہ صحیح]

مزید آثارِ عبادہ رضی اللہ عنہ کے لیے دیکھئے جزء القراءة:۶۵ وغیرہ۔

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا۔'' [احسن الکلام:۲/۱۴۲ والکواکب الدریہ: ص ۱۳]

بعض دیوبندیوں کو عبادہ رضی اللہ عنہ اور محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ پر فاتحہ خلف الامام کی وجہ سے بہت غصہ ہے۔ اس کی چند دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱: حسین احمد مدنی ٹانڈوی دیوبندی نے کہا:

''یہ کہ اس کو عبادہ بن الصامت معنعناً ذکر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ معتبر نہیں'' [توضیح ترمذی: ص ۴۳۶ طبع مدنی مشن بک ڈپو، مدنی نگر، کلکتہ ۱۵، ہندوستان]

مزید کہا: ''کیونکہ بعض کے راوی عبادہ ہیں جو مدلس ہیں۔'' [ایضاً: ص ۴۳۷]

حالانکہ عبادہ رضی اللہ عنہ مشہور بدری صحابی ہیں اور صحابہ کو مدلس قرار دینا انتہائی عجیب، غلط اور باطل ہے۔ یاد رہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مرسل روایات بھی مقبول و حجت ہیں۔

۲: محمد حسین نیلوی دیوبندی مماتی نے لکھا ہے:

''ابو نعیم حضرت محمود بن ربیع کی کنیت ہے'' [اعدل الکلام: ص ۲۹ طبع گلستان ج ۵ شمارہ ۱۲]

مزید کہا: ''یاد رہے کہ حضرت ابو نعیم محمود بن ربیع مدلس ہیں......'' [ایضاً: ص ۲۳]

۳: ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''اور یہ عبادہ مجہول الحال ہے (میزان الاعتدال)'' (تجلیات صفدر مطبوعہ اشاعۃ العلوم الحنفیۃ فیصل آباد ج ۳ ص ۱۵۲ او جزء القراءۃ بحاشیہ امین اوکاڑوی ص ۱۳۱ تحت ح: ۱۵۰) یاد رہے کہ سیدنا عبادہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں میزان الاعتدال کا حوالہ اوکاڑوی صاحب کا سیاہ جھوٹ ہے۔ میزان الاعتدال میں سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں مجہول الحال کا کوئی فتویٰ موجود نہیں ہے۔ والحمد للہ

۵ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((اِقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ))

امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱ ص ۳۷۵ ح ۳۷۷۳ وھو صحیح۔ الکواکب الدریۃ: ص ۷۰، ۷۱]

۶ انس رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور (سری نمازوں میں) ایک سورت پڑھنے کے قائل تھے۔ ثابت بن اسلم البنانی (تابعی) کہتے ہیں:

((كَانَ يَأْمُرُنَا بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ۔))

آپ ہمیں قراءت (فاتحہ) خلف الامام کا حکم دیتے تھے۔

[کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۰۱ ح ۲۳۱ والکواکب الدریۃ: ص ۷۳ وسندہ حسن]

۷ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے [ظہر وعصر میں] (سورۂ مریم کی) قراءت کیا کرتے تھے۔ [جزء القراءۃ: ۶۰ وغیرہ۔ والکواکب الدریہ: ص ۷۴، ۷۵]

۸ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((كُنَّا نَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَةٍ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔))

ہم ظہر وعصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور (کوئی) ایک سورت اور دوسری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔

[ابن ماجہ: ۸۴۳ وسندہ صحیح، وصححہ البوصیری]

۹ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھتے تھے۔

[جزء القراءۃ: ۵۲ وھو حسن۔ الکواکب الدریہ: ص ۷۵، ۷۶]

ان کے علاوہ دیگر آثار کے لیے کتاب القراءۃ للبیہقی وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

آثار التابعین

۱ سعید بن جبیر نے اس سوال: ''کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں؟'' کا جواب دیا کہ ''جی ہاں اور اگرچہ تو اس کی قراءت سن رہا ہو۔'' [جزء القراءۃ: ۲۷۳ وسندہ حسن]

ایک اور روایت میں فرمایا: ((لَا بُدَّ أَنْ تَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ مَعَ الْإِمَامِ۔))

یہ ضروری ہے کہ تو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھے۔

[مصنف عبدالرزاق: ۲/۱۳۳ ح ۲۷۸۹ وتوضیح الکلام: ج ۱ ص ۵۳۰ وکتاب القراءت للبیہقی: ۲۳۷ شطرہ الآخر وصرح عبدالرزاق بالسماع عندہ]

۲ حسن بصری نے فرمایا:

((اِقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيْ كُلِّ صَلٰوةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِيْ نَفْسِكَ۔))

امام کے پیچھے ہر نماز میں، سورۂ فاتحہ اپنے دل میں (سراً) پڑھ۔

[کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۰۵ ح ۲۴۲ والسنن الکبریٰ لہ: ۲/۱۷۱ وسندہ صحیح، توضیح الکلام: ۱/۵۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۴ ح ۳۷۶۲]

❁ عامر الشعبی نے فرمایا:

اِقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِی الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُوْرَةٍ وَفِی الْأُخْرَيَيْنِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ۔

ظہر وعصر میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ اور (کوئی) ایک سورت پڑھ اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) سورۂ فاتحہ پڑھ۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱ص۳۷۴ح۳۷۶۴وسندہ صحیح]

امام شعبی امام کے پیچھے قراءت کو اچھا سمجھتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ج۱ص۳۷۵ح۳۷۷۲وسندہ صحیح]

❁ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ امام کے پیچھے (فاتحہ کی) قراءت کرتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۷۳ح۳۷۵۰وسندہ صحیح]

❁ ابوالملیح اسامہ بن عمیر، امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۷۵ح۳۷۶۸وسندہ صحیح وجزء القراءۃ: ۲۶]

❁ حکم بن عتیبہ نے فرمایا:

''جس نماز میں امام بلند آواز سے نہیں پڑھتا اس کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور (کوئی) ایک سورت پڑھ اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) سورۂ فاتحہ پڑھ۔''

[مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۷۴ح۳۷۶۶وسندہ صحیح، توضیح الکلام: ج۱ص۵۵۵]

❁ عروہ بن الزبیر امام کے پیچھے سری نمازوں میں (فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ) پڑھتے تھے۔ [موطأ امام مالک: ۱/۸۵ح۱۸۶وسندہ صحیح]

❁ قاسم بن محمد امام کے پیچھے غیر جہری (سری) نمازوں میں (فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ) پڑھتے تھے۔ [موطأ مالک: ۱/۸۵ح۱۸۷وسندہ صحیح]

❁ نافع بن جبیر بن مطعم امام کے پیچھے سری نمازوں میں (فاتحہ اور مازاد علی الفاتحہ) پڑھتے تھے۔ [موطأ مالک: ۱/۸۵ح۱۸۷وسندہ صحیح]

تنبیہ:

بریکٹوں میں فاتحہ اور ما زاد علی الفاتحہ کی صراحت دوسرے دلائل سے کی گئی ہے۔

آثار العلماء

1. امام محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۸ھ) سکتاتِ امام میں فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

دیکھئے الاوسط لابن المنذر (ج ۳ ص ۱۱۰، ۱۱۱)

2. امام اوزاعی نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔

[دیکھئے حاشیہ جزء القراءۃ: ۶۶ و کتاب القراءۃ للبیہقی: ۲۴۷ وسندہ صحیح، وتوضیح الکلام: ج ۱ ص ۵۵۶]

3. امام شافعی نے فرمایا:

''کسی آدمی کی نماز جائز نہیں ہے جب تک وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھ لے۔ چاہے وہ امام ہو یا مقتدی، امام جہری قراءت کر رہا ہو یا سری، مقتدی پر یہ لازم ہے کہ سری اور جہری (دونوں) نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے''۔

[حاشیہ جزء القراءۃ: ۲۲۶ ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ج ۲ ص ۵۸ ح ۹۲۸ وسندہ صحیح]

اس قول کے راوی ربیع بن سلیمان المرادی نے کہا:

''یہ امام شافعی کا آخری قول ہے جو ان سے سنا گیا'' (ایضاً)

اس آخری قول کے مقابلے میں کتاب الأم وغیرہ کے کسی مجمل ومبہم قول کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اسے اس صریح نص کی وجہ سے منسوخ سمجھا جائے گا۔

4. امام عبداللہ بن المبارک قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔ امام ترمذی نے فرمایا:

((يَرَوْنَ الْقِرَاءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ.))

وہ (ابن المبارک...وغیرہ) قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔

[سنن الترمذی: ح ۳۱۱ باب ما جاء فی القراءۃ خلف الامام]

امام ترمذی نے کتاب العلل (طبع دار السلام ص ۸۸۹) میں وہ صحیح سندیں ذکر کر دی ہیں جن کے ذریعے سے امام عبداللہ بن المبارک کے فقہی اقوال ان تک پہنچے تھے۔

ان میں سے ایک سند بھی ضعیف نہیں ہے۔

۵ امام اسحاق بن راہویہ بھی قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔

[سنن الترمذی: ح۳۱۱ و کتاب العلل: ص۸۸۹ب]

۶ امام بخاری بھی جہری وسری نمازوں میں (فاتحہ کی) قراءت خلف الامام کے قائل تھے، جس پر یہ کتاب ''جزء القراءۃ'' اور صحیح البخاری (**بَابُ وُجُوْبِ الْقِرَاءَ ةِ لِلْاِ مَامِ وَالْمَاْمُوْمِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيْهَا وَمَا يُخَافَتُ**: ح ۷۵۵) گواہ ہیں۔

۷ امام الائمہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری (متوفی ۳۱۱ھ) بھی جہری نمازوں میں قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔

[دیکھئے صحیح ابن خزیمہ: ج۳ ص۳۶ باب القراءۃ خلف الامام وان جھر الامام بالقراءۃ قبل: ح۱۵۸۱]

۸ حافظ ابن حبان البستی بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

[دیکھئے صحیح ابن حبان، الاحسان: ج۳ ص۱۴۲ قبل: ح۱۷۹۱ باب ذکر الزجر عن ترک قراءۃ فاتحۃ الکتاب للمصلی فی صلاتہ مأموماً کان أو إماماً أو منفرداً]

۹ امام بیہقی بھی قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔ جس پر ان کی ''کتاب القراءت خلف الامام'' اور السنن الکبریٰ ومعرفۃ السنن والآثار، وغیرہ بہترین گواہ ہیں۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ قراءت (فاتحہ) خلف الامام کا ثبوت (۱) رسول اللہ ﷺ (۲) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (۳) تابعین عظام رحمہم اللہ (۴) اور قابلِ اعتماد ائمۂ اسلام سے قولاً وفعلاً ثابت ہے۔ لہٰذا یہ قول وعمل نہ قرآن کے خلاف ہے اور نہ حدیث کے اور نہ اجماع کے۔ والحمد للہ

جن روایات میں قراءت سے منع کیا گیا ہے اور انصات کا حکم دیا گیا ہے ان کا صحیح مطلب صرف یہ ہے کہ

۱: امام کے پیچھے اونچی آواز سے نہ پڑھا جائے۔ (لقمہ دینا اس سے مستثنیٰ ہے)

۲: جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ سے زیادہ نہ پڑھا جائے۔ (تکبیر تحریمہ، تعوذ قبل الفاتحہ،

تسمیہ قبل الفاتحہ اور لقمہ دینا اس سے مستثنیٰ ہے)

اس تطبیق وتوفیق سے تمام دلائل پر عمل ہو جاتا ہے اور کوئی تعارض باقی نہیں رہتا اور یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ راستہ انتہائی پسندیدہ راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے قرآن و حدیث واجماع وآثار سلف سب پر عمل ہو جائے اور کسی قسم کا تعارض اور ٹکراؤ باقی نہ رہے۔ جو لوگ دلائل شرعیہ کو آپس میں ٹکرا دیتے ہیں ان کی یہ حرکت انتہائی قابل مذمت ہے۔

علامہ امام ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

"وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى أَنَّ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَصَلَاتُهُ تَامَّةٌ وَلَا إِعَادَةَ عَلَيْهِ"

اور یقیناً علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھتا ہے۔ اس کی نماز مکمل ہے اس پر کوئی اعادہ نہیں ہے۔

[الاستذکار: ۲/۱۹۳۔ الکواکب الدریہ: ص ۵۲]

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی حنفی نے صاف صاف لکھا ہے:

"لَمْ يَرِدْ فِيْ حَدِيْثٍ مَرْفُوْعٍ صَحِيْحٍ: اَلنَّهْيُ عَنْ قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ وَكُلُّ مَاذَكَرُوْهُ مَرْفُوْعًا فِيْهِ إِمَّا لَا أَصْلَ لَهُ وَ إِمَّا لَا يَصِحُّ"

کسی مرفوع صحیح حدیث میں فاتحہ خلف الامام کی ممانعت وارد نہیں ہے اور وہ (مخالفین فاتحہ خلف الامام) جو بھی مرفوع احادیث بیان کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہیں یا ان کی کوئی اصل نہیں۔

[التعلیق الممجد: ص ۱۰۱ حاشیہ نمبر ۱، الکواکب الدریہ: ص ۵۳]



الكواكب الدرية

في وجوب

الفاتحة خلف الإمام فی الجهرية

متعدد عام دلائل سے ثابت ہے کہ

۱: نماز میں سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنی چاہئے۔

۲: سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

مثلاً قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾

پس پڑھو جو آسان ہو قرآن میں سے۔ (سورۃ المزمل: آیت ۲۰)

اس آیت کے بارے میں ملا جیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) لکھتے ہیں:

" فإن الأول بعمومه يوجب القراءة على المقتدي "

پس بے شک پہلی آیت (آیت مذکورہ بالا) اپنے عموم کے ساتھ مقتدی پر قراءت واجب کرتی ہے۔ (نور الانوار: ص ۱۹۳، ۱۹۴)

تقریباً ایسی ہی عبارت "نامی شرح حسامی" (۱۵۵/۱، ۱۵۶) کتاب التعلیق (ص ۷۳) التقریر النامی شرح اردو الحسامی (از قلم: محمد اشرف نقشبندی) وغیرہ کتب اصول فقہ میں بغیر کسی انکار کے لکھی ہوئی ہے۔

قاسم بن قطلو بغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ) نے لکھا ہے کہ

" (فحكمه) أي: حكم وقوع التعارض (بين الآيتين المصير إلى السنة) كقوله تعالى ﴿ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ﴾ يوجب [القرآن] بعمومه القراءة على المقتدي، وقوله تعالىٰ ﴿ وَإِذَا قُرِئَ

الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ ﴾ ينفي وجوبها، إذ كلاهما ورد في الصلوة كما بينه الطحاوي في الأحكام فصير إلى الحديث ......"

اگر دو آیتوں میں تعارض آجائے تو اس کا حکم یہ ہے کہ سنت کی طرف رجوع کیا جائے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ "قرآن میں سے جو میسر ہو پڑھو" یہ آیت اپنے عموم کے ساتھ مقتدی پر قراءت واجب کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیت: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو" اس کے وجوب کی نفی کرتی ہے، چونکہ یہ دونوں (آیتیں) نماز کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جیسا کہ طحاوی نے (اپنی کتاب) الاحکام میں بیان کیا ہے، پس حدیث کی طرف رجوع کیا گیا......الخ" (خلاصۃ الافکار شرح مختصر المنار: ص ۱۹۷، ۱۹۸)

معلوم ہوا کہ حنفی "فقہاء" کے نزدیک قرآن مجید کی دو آیتیں آپس میں ٹکرا کر ساقط ہوگئی ہیں، إنا لله وإنا إليه راجعون

تنبیہ: قاسم بن قطلو بغا پر محدث بقاعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۸۸۵ھ) کی شدید جرح کے لئے دیکھئے الضوء اللامع للسخاوی (۱۸۶/۶) بلکہ حنفیوں کی کتاب التحقیق میں ہے کہ اہل التفسیر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (صاحب ہدایہ نے بھی اس آیت سے نماز میں قراءت کی فرضیت پر استدلال کیا ہے۔ ۹۸/۱ باب صفۃ الصلوٰۃ)

جب اس آیتِ مبارکہ سے نماز میں فرضیتِ قراءت ثابت ہوگئی تو: ﴿ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ﴾ اور یہ کہ ہر انسان کو اس کی اپنی کوشش ہی کام آئے گی۔ (سورۃ النجم: آیت ۳۹) کی روشنی میں مقتدی سے اس کی فرضیت کیسے ساقط ہو سکتی ہے؟

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب))

اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔

(صحیح بخاری: ۱۰۴/۱ ح ۷۵۶، صحیح مسلم: ۱۶۹/۱ ح ۳۹۴)

یہ حدیث اس پر دلیلِ واضح اور برہانِ قاطع ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور اس سے فاقرؤا کے عمومی حکمِ قراءت سے فاقرؤا الفاتحة کی بھی تقیید ہو جاتی ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۸۸ھ) ''اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری'' میں فرماتے ہیں:

"قلت :عموم هذا القول يأتي على كل صلاة يصليها المرء وحده أو من وراء الإمام ، أسر إمامه القراءة أو جهر بها "

میں نے کہا: اس حدیث کا عموم ہر اس نماز کو شامل ہے جو کوئی ایک شخص، اکیلے پڑھتا ہے یا امام کے پیچھے ہوتا ہے، اس کا امام قراءت بالسر کر رہا ہو یا قراءت بالجہر کرے۔ (۱/۵۰۰)

اس عموم کی تائید اس حدیث کے راوی عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے فہم وعمل سے بھی ہوتی ہے آپ فاتحہ خلف الامام کے قائل وفاعل تھے۔ دیکھئے کتاب القراءت للبیہقی (ص۶۹ ح۱۳۳، واسنادہ صحیح)

سرفراز خان صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور مسلک ومذہب تھا''

(احسن الکلام: ۱/۱۴۵ طبار دوم)

اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ راوی (صحابی) اپنی روایات کے مفہوم سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقف ہوتا ہے، عبدالحئی صاحب لکھنوی فرماتے ہیں:

" ومن المعلوم أن فهم الصحابي لا سيما الراوي أقوى من فهم غيره وقوله أحق بالإعتبار في تفسير المروي "

اور یہ بات معلوم ہے کہ صحابی کا فہم بالخصوص جو حدیث کا راوی ہو وہ دوسرے کے مفہوم سے زیادہ راجح ہوتا ہے اور اس کا قول اس کی روایت کی تفسیر میں زیادہ



قابل اعتبار ہوتا ہے۔ (امام الکلام: ص ۲۵۵)

سرفراز خان صفدر صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور یہ بات باقرار مبارکپوری صاحبؒ اپنے مقام پر آئیگی کہ راوی حدیث (خصوصاً جب کہ صحابی ہو) اپنی مروی حدیث کی مراد دوسروں سے بہتر جانتا ہے''

(احسن الکلام: ۲۶۸/۱)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''من صلّٰى صلٰوة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ،ثلٰثاً ، غير تمام''

جس نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز ناقص (باطل) ہے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمائی، پوری نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: ۱۶۹/۱ ح ۳۹۵)

ایک روایت میں ہے:

''كل صلٰوة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج فهي خداج فهي خداج غير تمام''

ہر نماز جس میں ام الکتاب (سورۂ فاتحہ) نہ پڑھی جائے (وہ) ناقص (باطل) ہے ناقص (باطل) ہے ناقص (باطل) ہے، پوری نہیں ہے۔

(مسند احمد: ۴۵۷/۲ ح ۹۹۰۰، واسنادہ صحیح علیٰ شرط مسلم)

اس حدیث کی بہت سی سندیں ہیں، جن میں سے بعض کو راقم الحروف نے مسند الحمیدی کی تخریج (ص ۶۷۷ ۶۷۸ ح ۹۸۰) میں ذکر کیا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد نے ان سے پوچھا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

'' إقرأ بها في نفسك''

اپنے دل میں پڑھو۔ (مسلم: ۱۶۹/۱ ح ۳۹۵)

دل میں پڑھنے سے مراد "سراً" غیر جہر ہے۔ (مرقات: ۲/۲۸۳ وفی نسخہ: ص ۵۴۹ ح ۸۲۳)
یعنی آہستہ پڑھ بلند آواز سے نہ پڑھ۔ (نیز دیکھئے نووی شرح مسلم: ۱/۱۷۰، اشعۃ اللمعات: ۱/۳۷۲)
امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" والمراد بقوله اقرأبها في نفسك أن يتلفظ بها سراً دون الجهر ولا يجوز حمله علىٰ ذكرها بقلبه دون التلفظ بها لإجماع أهل اللسان علىٰ أن ذلك لا يسمى قراءة "

یعنی دل میں پڑھنے کا یہ مطلب ہے کہ آہستہ اس کو لفظاً پڑھا جائے، بلند آواز سے نہ پڑھا جائے اور اسے دل میں غور وتدبر کے معنی پر محمول کرنا جائز نہیں کیونکہ (عربی) زبان والوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اسے قراءت نہیں کہتے۔

(کتاب القراءت ص ۲۱ وفی نسخہ ص ۳۱، ۳۴، نیز دیکھئے شاہ ولی اللہ الدہلوی کی کتاب مسوی مصفی شرح موطأ امام مالک رفارسی: ۱/۱۰۶)

ایک روایت میں ہے کہ شاگرد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں امام کی قراءت سن رہا ہوتا ہوں؟ تو انھوں نے فرمایا: اپنے نفس میں (آہستہ) پڑھو۔

(مسند حمیدی: ۹۸۰، صحیح ابی عوانہ: ۲/۱۲۸ وغیرہما، واسنادہ صحیح)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ

" إذا قرأ الإمام بأم القرآن فاقرأبها واسبقه "

جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی پڑھو اور اسے اس سے پہلے ختم کردو۔

(جزء القراءت للبخاری: ص ۶۹ ح ۲۸۳، ۲۳۷)

محمد بن علی النیموی الحنفی اس اثر کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

" إسناده حسن " اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن ص ۸۳ ح ۳۵۸)

مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا ارشاد الحق اثری صاحب فرماتے ہیں:

" یہ اثر اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جہری نماز میں

مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے، جس سے '' فـي نـفسك '' کی وہ تمام تاویلیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں جنھیں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے پیش کیا ہے'' (توضیح الکلام: ۴۹۱/۱)

انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب نے ان لوگوں کی سخت تردید کی ہے جو اس سے ''تدبر'' مراد لیتے ہیں۔ (العرف الشذی ص ۱۱۷)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وإن حديث عبادة وأبي هريرة يدلان علٰى فرض أم القرآن "

اور بے شک عبادہ اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہما) کی حدیثیں سورۂ فاتحہ کے فرض ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (کتاب الام: ۱۰۳/۱)

ان کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

" لا تجزي صلٰوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب "

جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز کافی نہیں ہوتی۔

(صحیح ابن خزیمہ: ۲۴۸/۱ ح ۴۹۰ وصحیح ابن حبان: ۱۳۹/۳ ح ۱۷۸۶)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مرفوع احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

امیر المومنین فی الحدیث والفقہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وتواتر الخبر عن رسول الله ﷺ لا صلٰوة إلا بقراءة أم القرآن "

اور رسول اللہ ﷺ سے یہ خبر متواتر ہے کہ سورۂ فاتحہ کی قراءت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(جزء القراءة: ۱۹)

فاتحہ فی الصلوٰۃ کے مسئلہ میں صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما کی یہ احادیث عام ہیں اور ان کا کوئی مخصص موجود نہیں ہے اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ خداج یعنی ناقص (باطل) ہوتی ہے، اور خداج سے مراد

نقصان ذاتی ہے جیسا کہ علامہ خطابی، علامہ زبیدی اور علامہ ابن منظور رحمہم اللہ وغیرہم نے صراحت کی ہے، بلکہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات کی پرزور تردید کی ہے جو خداج سے نقصان وصفی مراد لیتے ہیں۔ (دیکھئے توضیح الکلام: ۱/۱۷۶)

القاموس الوحید میں لکھا ہوا ہے کہ " خدج – خداجاً " ناقص ہونا، ادھورا ہونا

اخدج الصلوٰۃ : اچھی طرح نماز نہ پڑھنا، بعض ارکان میں کمی کرنا۔ (ص ۴۱۳)

یہ ظاہر ہے کہ جس نماز کا رکن کم ہو جائے وہ نماز باطل ہوتی ہے، ابن عبدالبر اندلسی (متوفی ۴۶۳ھ) نے لکھا ہے کہ " والخداج : النقصان و الفساد" خداج نقصان اور فساد (فاسد ہونے) کو کہتے ہیں۔ (الاستذکار: ۱/۴۴۸ ح ۱۶۱)

اور یہ ظاہر ہے کہ فاسد نماز باطل ہوتی ہے، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب ''نصر الباری فی تحقیق جزء القراءت للبخاری'' (ح ۲۲۴ و ح ۱۰۸)

بعض لوگوں نے ان نصوصِ عامہ کی تاویل و تخصیص ان نصوص سے کرنے کی کوشش کی ہے جو بذاتِ خود عام ہیں اور اپنے مدلول پر صریح بھی نہیں ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ عام کی تخصیص عام کے ساتھ کس طرح جائز ہے۔

اب ہم فاتحہ خلف الامام کے وہ دلائل پیش کرتے ہیں جو اپنے مدلول پر صریح بھی ہیں اور محدثین کے اصولوں پر بلحاظ سند و متن صحیح بھی ہیں، تاہم پہلے اصولِ تصحیح و تضعیف کا مختصر تعارف پیشِ خدمت ہے۔

اصول تصحیح وتضعیف

۱: جس راوی کے ثقہ یا ضعیف وغیرہ ہونے پر ثقہ محدثین کا اتفاق ہو، وہ حقیقت میں ویسا ہی ہے جیسا کہ محدثین نے گواہی دی ہے اور اسی طرح جس حدیث کے صحیح یا ضعیف وغیرہ ہونے پر محدثین کا اتفاق ہو تو اس کے بارے میں محدثین کا فیصلہ ہی حق اور اٹل ہے۔

۲: جس راوی کے ثقہ یا ضعیف وغیرہ ہونے یا حدیث کے صحیح یا ضعیف وغیرہ ہونے پر

محدثین کا اختلاف ہو اتفاق نہ ہو تو اس کے بارے میں ثقہ محدثین کی اکثریت (جمہور) کے فیصلہ کو ہی تسلیم کیا جائے گا، اور تفردات کو رد کر دیا جائے گا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وشاورهم في أحد أن يقعد في المدينة أو يخرج إلى العدو ، فأشار جمهورهم بالخروج إليهم فخرج إليهم "

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ سے اس بات پر مشورہ کیا کہ آیا مدینہ میں بیٹھ کر مقابلہ کیا جائے یا باہر نکل کر دشمن کو للکارا جائے تو جمہور نے باہر نکل کر مقابلے کو ترجیح دی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر تشریف لے گئے۔

(تفسیر القرآن العظیم: ۱/۴۲۹، سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹)

سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور وآئمہ جرح وتعدیل اور اکثر آئمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا'' (احسن الکلام: ۱/۴۰)

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''جس کسی راوی میں توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو محدثین کے نزدیک اکثر کے قول کا اعتبار ہے اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ جس کسی راوی میں جرح وتعدیل جمع ہو جائیں تو جرح مبہم کے مقابلہ میں تعدیل کو ترجیح ہوگی اگرچہ جارحین کا عدد معدلین کے عدد سے زیادہ ہو......'' (سیرت المصطفیٰ ۱/۷۹)

کاندھلوی صاحب مزید فرماتے ہیں:

''حافظ ابن حجر کی رائے یہ ہے کہ جب کسی راوی میں جرح اور تعدیل، توثیق اور تضعیف جمع ہو جائیں تو اکثر کے قول کو ترجیح دی جائے گی''(سیرت المصطفیٰ ۱/۷۹)

یہ ظاہر ہے کہ حنفی ''فقہاء'' کے مقابلے میں محدثین کرام کی تحقیق ہی راجح ہے۔

تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے لکھا ہے:



" كما أن عدد الجارح إذا كان أكثر قدم الجرح اجماعاً"

اگر جارحین کی تعداد زیادہ ہو تو اس پر (محدثین کا) اجماع ہے کہ جرح مقدم ہوگی۔

(قاعدہ فی الجرح والتعدیل: ص ۵۰)

خلاصہ یہ کہ جرح وتعدیل میں جمہور محدثین کرام کی تحقیق وشہادات (گواہیوں) کو ترجیح دینا ہی صحیح مسلک اور راجح ہے۔ والحمدللہ

فاتحہ خلف الامام کے خاص دلائل

① حدیث انس رضی اللہ عنہ

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" حدثنا يحيى بن يوسف قال: أنبأنا عبيد الله عن أيوب عن أبي قلابة عن أنس رضي الله عنه: أن النبي ﷺ صلّى بأصحابه فلما قضى صلاته أقبل عليهم بوجهه فقال: أتقرؤن في صلاتكم والإمام يقرأ؟ فسكتوا، فقالها ثلاث مرات، فقال قائل أو قائلون: إنا لنفعل، قال: فلا تفعلوا، وليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه "

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو ایک نماز پڑھائی، پس جب آپ نے نماز پوری کی تو ان کی طرف چہرہ مبارک کرتے ہوئے فرمایا کیا تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو جبکہ امام پڑھ رہا ہوتا ہے؟ تو وہ خاموش ہوگئے، آپ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی، تو ایک یا کئی اشخاص نے کہا: بے شک ہم ایسا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا: پس ایسا نہ کرو، اور تم میں سے ہر شخص سورۂ فاتحہ اپنے دل میں پڑھے۔ (جزء القراءت: ح ۲۵۵)

یہ حدیث مسند ابی یعلی الموصلی (۵/۱۸۷، ۱۸۸ ح ۲۸۰۵) صحیح ابن حبان (الاحسان:

۳/۱۶۰ ح ۱۸۴۱، ص ۱۶۳، ۱۶۴ ح ۱۸۴۹) موارد الظمآن (ح ۴۵۸، ۴۵۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۱۶۶) کتاب القراءت لہ (ص ۷۲، ۷۳ ح ۱۴۰) تاریخ بغداد (۱۳/ ۱۷۵، ۱۷۶) الاوسط للطبرانی (بحوالہ مجمع الزوائد ۲/۱۱۰) احکام القرآن للطحاوی بحوالہ الجوہر النقی (۲/ ۱۶۷، مختصراً جداً) میں بہت سی سندوں کے ساتھ عبید اللہ بن عمرو الرقی سے مروی ہے۔ حافظ ہیثمی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

" رواه أبو يعلٰى والطبراني في الأوسط ورجاله ثقات "

اسے ابو یعلیٰ نے (مسند میں) اور طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۲/۱۱۰)

امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" سمع هٰذا الخبر أبو قلابة من محمد بن أبي عائشة عن بعض أصحاب رسول الله ﷺ وسمعه من أنس بن مالك ، فالطريقان جميعاً محفوظان "

ابو قلابہ نے یہ خبر محمد بن ابی عائشہ سے بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ کی سند کے ساتھ سنی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی سنی، پس (یہ) دونوں سندیں محفوظ (صحیح) ہیں۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان: ۳/۱۶۳ ح ۱۸۴۹، الجوہر النقی: ۲/ ۱۶۶، ۱۶۷)

[تنبيه: في الأصل " عن " والتصحيح من الجوهر النقي (٢/ ١٦٧)]

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس سند کے تمام راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۱/ ۸۵، ۲۵۱، ۴۰۳ ح ۲۰۵، ۱۸۶۹، ۲۸۸۲) و صحیح مسلم (۱/ ۱۶۴ ح ۳۷۸)

عبید اللہ بن عمرو الرقی صحیح بخاری و صحیح مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔

امام ابن معین اور امام نسائی نے کہا: ثقة

العجلی، ابن نمیر اور ابن حبان نے توثیق کی، امام ابو حاتم نے کہا:

" صالح الحديث ثقة صدوق، لا أعرف له حديثاً منكراً ، هو أحب إليّ من زهير بن محمد"

یہ صالح الحدیث ثقہ صدوق ہے، مجھے اس کی کوئی منکر حدیث معلوم نہیں ہے اور وہ مجھے زہیر بن محمد سے زیادہ محبوب ہے۔ (تہذیب التہذیب: ۳۸/۸)

حافظ ذہبی نے کہا:

" كان ثقة حجة ، صاحب حديث "

آپ ثقہ (اور) حجت تھے (اور) صاحب حدیث تھے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۳۱۰/۸)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء نے ان کی توثیق کی ہے، اور ان کے مقابلے میں امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

" وكان ثقة صدوقاً كثير الحديث وربما أخطأ وكان أحفظ من روى عن عبدالكريم الجزري ولم يكن أحد ينازعه في الفتوىٰ في دهره "

اور آپ ثقہ صدوق تھے، کثیر الحدیث تھے اور بعض اوقات خطا کر جاتے تھے اور عبدالکریم الجزری سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ حافظ تھے اور آپ کے زمانے میں کوئی شخص فتویٰ دینے میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا تھا۔

(طبقات ابن سعد: ۴۸۴/۷)

اور اس مرجوح قول پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تقریب التہذیب (۴۳۲۷) میں اعتماد کیا ہے، یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱: ثقة :ربما أخطأ والے راوی کی روایت ضعیف نہیں ہوتی صحیح یا کم از کم حسن لذاتہ ضرور ہوتی ہے۔

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

" قولهم في الراويّ له أوهام ، أويهم في حديثه أو يخطئ فيه لا

ینزله عن درجة الثقة"

اوران کا راوی میں کلام کرنا، اس کے اوہام ہیں یا اسے اپنی حدیث میں وہم ہوتا ہے یا اسے خطا لگتی ہے تو یہ اسے ثقہ کے درجہ سے نہیں گراتا۔

(قواعد فی علوم الحدیث: ص ۲۷۵ وفی نسخۃ ص ۱۶۸)

۲: امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اگر جرح میں منفرد ہوں تو ان کی جرح مقبول نہیں ہوتی کیونکہ اسماء الرجال کے علم میں وہ (بعض اوقات) واقدی (کذاب) کی پیروی کرتے ہیں۔ دیکھئے ہدی الساری ص ۴۱۷، ۴۴۳، ۴۴۴ قواعد فی علوم الحدیث ص ۳۹۰ وغیرہما۔

۳: جمہور کے مقابلے میں ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی منفرد جرح مردود ہے۔

سرفراز صفدر دیوبندی صاحب کیا خوب لکھتے ہیں:

''خطا اور نسیان سے کون محفوظ ہے، معمولی نسیان کی وجہ سے ثقہ روات کی روایتوں کو ہرگز رد نہیں کیا جا سکتا'' (احسن الکلام: ۱/۲۴۹)

۴: امام ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی کتاب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

" أبو حنيفة واسمه النعمان بن ثابت مولٰى بني تيم الله بن ثعلبة ، وهو ضعيف في الحديث و كان صاحب رأي "

(امام) ابوحنیفہ اور آپ کا نام نعمان بن ثابت ہے، آپ بنی تیم اللہ بن ثعلبہ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے اور آپ حدیث میں ضعیف ہیں اور آپ رائے والے ہیں۔ (طبقات ابن سعد: ۸/۳۲۲)

کیا حنفی بھائیوں کو ابن سعد کی یہ جرح قبول ہے؟ اگر نہیں تو پھر امام عبید اللہ بن عمرو الرقی پر ان کی منفرد جرح کیوں قبول ہے جبکہ باقی تمام محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں؟

۵: عبید اللہ بن عمرو اس حدیث میں منفرد نہیں ہیں بلکہ اسماعیل بن علیہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ (کتاب القراءت للبیہقی ص ۷۳ ح ۱۴۷) اور ابن علیہ بالاتفاق ثقہ ہیں عبید اللہ پر



الزام ہر لحاظ سے مردود ہے۔

جرح غیر مفسر

بعض علماء نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، تو عرض ہے کہ یہ جرح غیر مفسر ہے، جبکہ اس حدیث کے تمام راوی امام بخاری، امام ابو حاتم اور امام بیہقی کے نزدیک ثقہ ہیں تو اسے کس دلیل کی بنیاد پر غیر محفوظ قرار دیا جا سکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ اسے متعدد علماء نے محفوظ قرار دیا ہے:

۱: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۲: حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ (دیکھئے ص ۱۶)

امام بیہقی فرماتے ہیں:

"إحتج به البخاري"

اس حدیث کے ساتھ (امام) بخاری نے حجت پکڑی ہے۔

(کتاب القراءت للبیہقی: ص ۷۲ تحت ح: ۱۴۰)

۳: ابن الترکمانی الحنفی

انھوں نے الجوہر النقی (ج ۲ ص ۱۶۷) میں ابن حبان کی موافقت کی ہے۔

۴: علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی (دیکھئے فصل الخطاب ص ۱۵۳) وغیرہم

ابو قلابہ کا مختصر تعارف

بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ مشہور تابعی ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ مدلس ہیں۔

(دیکھئے احسن الکلام ۲/۱۱۱)

تو عرض ہے کہ ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کتبِ ستہ کے مرکزی راوی اور بالاجماع ثقہ ہیں۔ حافظ ذہبی نے انھیں "الامام، شیخ الاسلام" کا لقب دیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ج ۴ ص ۴۶۸)

آپ سیدنا انس، سیدنا مالک بن الحویرث اور سیدنا ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہم وغیرہ

صحابہ کے شاگردِ رشید ہیں۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب: ۵/۱۹۷)

حافظ ابن عبدالبر نے بتایا کہ آپ کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔

(الاستغناء فی المعروفین بالکنیٰ مخطوط ص ۹۳)

امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں ثقہ کہا ہے اور فرمایا:

"لا يعرف له تدليس"

اس کا تدلیس کرنا معروف نہیں ہے۔ (الجرح والتعدیل: ۵/۵۸)

معلوم ہوا کہ آپ ہرگز مدلس نہیں تھے، مگر حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدلس قرار دیا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴/۴۶۹ و میزان الاعتدال: ۲/۴۳۵، ۴۳۶)

اس سے مراد لغوی تدلیس یعنی ارسال ہے اصطلاحی تدلیس نہیں کیونکہ خود حافظ ذہبی نے ہی ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ کی متعدد "عــــن" والی روایات کو بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح (علیٰ شرطهما) کہا ہے۔ دیکھئے تلخیص المستدرک: ۱/۳۲۳، بلکہ "النبلاء" میں ہی ان کی معنعن روایت کو "هذا حديث حسن صحيح" کہا ہے۔ (۴/۴۷۴)

حافظ ذہبی اپنی اصولِ حدیث والی کتاب میں لکھتے ہیں:

" **المدلَّس: ما رواه الرجل عن آخر ولم يسمعه منه أو لم يدركه** "

مدلَّس اس (روایت) کو کہتے ہیں جو ایک آدمی دوسرے سے بیان کرے اور اس نے اس (آدمی) سے سنا نہ ہو یا اس نے اسے نہ پایا ہو۔ (الموقظۃ ص ۴۷)

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک تدلیس اور ارسال ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، نیز دیکھئے میزان الاعتدال (۴/۱۷۷) لہٰذا جس راوی کو، اگلے محدثین کے خلاف، صرف امام ذہبی اکیلے ہی مدلس کہیں تو وہ راوی اصطلاحی مدلس نہیں ہوتا۔ حافظ ذہبی کی پیروی کرتے ہوئے حافظ ابن حجر نے آپ کو مدلسین میں شمار کیا مگر اس درجہ (المرتبۃ الأولیٰ) میں جس کی عــــن والی روایات بھی ان کے نزدیک یکساں مقبول ہیں (طبقات المدلسین: ۱/۱۵) بلکہ انھوں نے اس سے رجوع کرلیا ہے اور بتایا ہے کہ ابو قلابہ مدلس نہیں تھے۔

(دیکھئے النکت علی ابن الصلاح [illegible])

ابوقلابہ کی عن والی روایات کو درج ذیل محدثین نے صحیح قرار دیا ہے:

۱: بخاری (۸۵/۱ ح ۶۳)

۲: مسلم (۱۶۴/۱ ح ۳۷۸)

۳: ابن خزیمہ (صحیح ابن خزیمہ: ۱۹۰/۱ ح ۳۶۷)

۴: ابن حبان (صحیح ابن حبان: ۹۲/۳ ح ۱۶۷۳)

۵: ترمذی (۴۸/۱ ح ۱۹۳)

۶: الحاکم (المستدرک: ۳۲۳/۱ ح ۱۲۰۷)

۷: البیہقی (معرفۃ السنن والآثار: ۵۳/۲ ح ۹۲۰)

۸: البغوی (شرح السنۃ ۲۵۳/۲ ح ۴۰۴،۴۰۳)

۹: الذہبی (دیکھئے نمبر ۶، وسیر اعلام النبلاء ۴/۴۷۴)

۱۰: ابن حجر (تلخیص الحبیر: ۲۳۱/۱ ح ۳۴۴) وغیرہم

لہٰذا معلوم ہوا کہ ابوقلابہ اصطلاحی مدلس نہیں تھے، جو لوگ ان کے معنعن کو ضعیف کہتے ہیں انھیں چاہئے کہ وہ صحیحین وغیرہما کی محولہ بالا روایات پر خطِ تنسیخ کھینچ دیں، دیدہ باید، یاد رہے کہ حافظ ابن حبان نے اس کی تصریح کی ہے کہ ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔ (دیکھئے ص ۱۶) لہٰذا تدلیس کا الزام ہر لحاظ سے مردود ہے۔

تدلیس اور حنفیہ

جو لوگ سفیان ثوری، سلیمان الاعمش، قتادہ اور ابوالزبیر وغیرہ مدلسین رحمہم اللہ کی عن والی روایات بطور حجت پیش کرتے ہیں، انھیں ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ پر تدلیس کے الزام سے شرم کرنی چاہئے۔ دوسرے یہ کہ حنفیہ کے نزدیک قرون ثلاثہ کے مدلسین کی تدلیس چنداں مضر نہیں ہے۔

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"والتدليس والإرسال في القرون الثلاثة لا يضر عندنا"

اور قرون ثلاثہ میں ہمارے نزدیک تدلیس اور ارسال مضر نہیں ہے۔

(اعلاء السنن: ۱/۱۳/۳۱۳ دوسرا نسخہ: ۱/۳۴۶ ح ۴۳۱، نیز دیکھئے اعلاء السنن: ۱/۳۰، ۱۳۷ ح ۱۵۸، ۲/۲۱۵، ۳/۳۶ ح ۷۷۷)

تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں:

" قلت فإن كان المدلس من ثقات القرون الثلاثة يقبل تدليسه كإرساله مطلقاً"

میں نے کہا: اور اگر مدلس قرون ثلاثہ کے ثقہ لوگوں میں سے ہو تو اس کی تدلیس بھی اسی طرح مقبول ہوتی ہے جس طرح اس کی مرسل روایت مقبول ہوتی ہے۔

(قواعد فی علوم الحدیث: ص ۱۵۹)

(۲) حدیث رجل من اصحاب النبی ﷺ

امام محمد بن اسماعیل البخاری فرماتے ہیں:

" حدثنا عبدان قال :حدثنا يزيد بن زريع قال :حدثنا خالد عن أبي قلابة عن محمد بن أبي عائشة عمن شهد ذاك قال :صلى النبي ﷺ فلما قضى صلاته قال :أتقرؤن والإمام يقرأ قالوا :إنا لنفعل قال :فلا تفعلوا إلا أن يقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه"

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا تم اس وقت پڑھتے ہو جبکہ امام پڑھ رہا ہوتا ہے۔ انھوں (صحابہ) نے کہا: ہم بے شک ایسا کرتے ہیں۔ تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: پس ایسا نہ کرو سوائے اس کے کہ تم میں سے ہر شخص سورۂ فاتحہ اپنے دل میں پڑھے۔ (جزء القراءت: ح ۶۱)

اس حدیث کو امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے المصنف (۲/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۲۷۶۶)، امام احمد بن حنبل نے المسند (۴/۲۳۶ ح ۱۸۲۳۸، ۵/۶۰، ۸۱، ۴۱۰ ح ۲۰۸۷۶، ۲۰۴۲۶، ۲۳۸۷۷)، امام دارقطنی نے السنن (۱/۳۳۹ ح ۱۲۷۲)، امام بیہقی نے السنن الکبریٰ (۲/

۱۶۹) کتاب القراءت (ص:۶۷ح ۱۵۷، دوسرا نسخہ: ص ۱۵)، معرفۃ السنن والآثار (۲/۵۳ح ۹۲۰) میں متعدد سندوں کے ساتھ خالد الحذاء سے روایت کیا ہے۔

۱: امام بیہقی نے کہا: هذا إسناده صحيح (معرفۃ السنن والآثار:۲/۵۴ح ۹۲۱)

۲: ابن خزیمہ نے اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے۔ (کتاب القراءت ص ۶۷ح ۱۵۷)

۳: ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے محفوظ کہا ہے۔ (صحیح ابن حبان:۳/۱۶۵ تحت ح ۱۸۴۹)

۴: حافظ ہیثمی نے کہا: رجاله الصحيح (مجمع الزوائد:۲/۱۱۱)

۵: حافظ ابن حجر نے کہا: إسناده حسن (التلخیص الحبیر:۱/۲۳۱ح ۳۴۴)

اس حدیث کو کسی قابل اعتماد امام نے ضعیف نہیں کہا ہے، اور اس کے تمام راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ " عمن شهد ذاك " صحابیٔ رسول ہیں رضی اللہ عنہ۔ بہت سی اسانید میں " عن رجل من أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ ہیں اور اس پر امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ عدول (ثقہ) ہیں پس ان کے نام کی جہالت مضر نہیں ہے۔

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی فرماتے ہیں:

" قد أجمعت الأمة على أن الصحابة كلهم عدول فلا يضر الجهل بأعيانهم فالحديث الذي رواته امرأة من بني عبدالأشهل لا مجال للمقال فيه"

امت کا اس پر اجماع ہوا ہے، کہ تمام صحابہ عادل تھے، لہٰذا ان کے بعض اشخاص کا ہمارے نزدیک نامعلوم ہونا چنداں مضر نہیں ہے، پس وہ حدیث جسے بنی عبد الاشہل کی ایک (نامعلوم) عورت نے بیان کیا ہے، اس میں طعن کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ (بذل المجہود:۳/۱۳۳، نیز دیکھئے آثار السنن ص ۱۲۱، ح ۲۶۳)

مزید تحقیق کے لئے کتب اصول اور درج ذیل کتب کا مطالعہ کریں:

۱: نصب الرایۃ (۱/۲۶۷)

۲: عمدۃ القاری (۱۷/۱۹۶، ۱۱/۵۳)

۳: مرقات المفاتیح (۲۳۰/۱، ۳۰۶/۲، ۲۶۸/۴)

۴: الجوہر النقی (۱۹۱/۱)

۵: توضیح الکلام (۴۰۹/۱، تاص ۴۲۵) وغیرہ

ابوقلابہ نے یہ حدیث محمد بن ابی عائشہ سے سنی ہے۔ (التاریخ الکبیر للبخاری: ج ا ص ۲۰۷)

محمد بن ابی عائشہ ثقہ تابعی ہیں آپ ابو ہریرہ اور جابر رضی اللہ عنہما وغیرہما کے شاگرد ہیں، ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ثقة، ابن حبان نے بھی ثقہ قرار دیا ہے، آپ صحیح مسلم وغیرہ کے مرکزی راوی ہیں۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب: ۲۱۹/۹)

آپ نے متعدد صحابہ مثلاً انس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما وغیرہما کا زمانہ پایا ہے اور مدلس بھی نہیں ہیں لہٰذا آپ کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔ تفصیل کے لئے تحقیق الکلام (۸۸/۱) کی طرف رجوع کریں متعدد غیر اہل حدیث علماء نے بھی "عن رجل من أصحاب النبي ﷺ أو مثله" والی روایات کو صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے آثار السنن: ص ۵۸، ح ۲۱۷)

(۳) حدیث نافع بن محمود عن عبادہ رضی اللہ عنہ

امام ابو عبد الرحمٰن النسائی فرماتے ہیں:

" أخبرنا بن عمار عن صدقة عن زيد بن واقد عن حرام بن حكيم عن نافع بن محمود بن ربيعة عن عبادة بن الصامت قال: صلّى بنا رسول الله ﷺ بعض الصلوات التي يجهر فيها بالقراءة فقال: لا يقرأ أحد منكم إذا جهرت بالقراءة إلا بأم القرآن "

عبادہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے وہ نماز پڑھائی جس میں قراءت بالجہر کی جاتی ہے، آپ نے فرمایا: جب میں جہر کے ساتھ قراءت کر رہا ہوتا ہوں تو تم میں سے کوئی شخص بھی سورۂ فاتحہ کے علاوہ اور کچھ نہ پڑھے۔

(السنن المجتبیٰ للنسائی: ۱۴۶/۱ ح ۹۲۱)

اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خلق افعال العباد (ص ۱۰۲، وفی نسخۃ ص: ۱۶۹ ح ۵۲۶) اور جزء القراءت (ص ۱۸، ۱۹) اور امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن (۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷) میں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے السنن الکبریٰ (۲/۱۶۵) وکتاب القراءت (ص ۶۴ ح ۱۲۱) اور الضیاء المقدسی نے المختارۃ (۸/۳۴۶، ۳۴۷ ح ۴۲۱) میں متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"وأحاديث الضياء في المختارة كلها صحاح كما صرح به السيوطي في خطبة كنز العمال"

اور ضیاء (المقدسی) کی مختارہ میں ساری حدیثیں صحیح ہیں جیسا کہ سیوطی (!) نے کنز العمال کے مقدمے میں صراحت کی ہے۔ (اعلاء السنن: ۱/۲۲۸ ح ۴۴۵)

ہشام بن عمار سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ متعدد علماء نے یہ حدیث بیان کی ہے۔
ہشام بن عمار کے علاوہ محمد بن المبارک الصوری وغیرہ نے بھی یہ حدیث صدقہ بن خالد سے بیان کی ہے۔ (دارقطنی: ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

صدقہ بن خالد کے علاوہ الہیثم بن حمید نے بھی یہ حدیث زید بن واقد سے تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ (سنن ابی داود: ۱/۱۲۶ ح ۸۲۴ والبیہقی فی کتاب القراءۃ: ح ۱۲۱)

زید اور حرام بن حکیم بالاتفاق ثقہ ہیں۔ (کتب اسماء الرجال)

امام بیہقی کی کتاب القراءت میں حسن لذاتہ سند کے ساتھ اس روایت کا متن درج ذیل ہے:

"قال: هل تقرؤون معي؟ قالوا: نعم، قال: لا تفعلوا إلا بأم القرآن فإنه لا صلوٰة لمن لم يقرأ بها، وهٰذا إسناد صحيح ورواته ثقات"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ (پیچھے) پڑھتے ہو؟ صحابہ نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے کیونکہ بے شک جو سورۂ فاتحہ

نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی، یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(ص ۶۴ ح ۱۲۱)

حرام بن حکیم کے علاوہ امام مکحول شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ حدیث نافع بن محمود رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ (ابوداود ح: ۸۲۳)

اس حدیث کو درج ذیل اماموں نے صحیح قرار دیا ہے:

۱: امام بیہقی نے کہا: "وھذا إسناد صحيح ورواته ثقات"

(کتاب القراءت ص ۶۴ ح ۱۲۱)

۲: امام دارقطنی نے کہا: " هذا إسناد حسن ورجاله ثقات كلهم"

(سنن دارقطنی ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۳: امام ابوداود نے اس پر سکوت کیا۔ ابوداود جس حدیث پر سکوت کریں حنفیوں اور دیوبندیوں کے نزدیک وہ تصحیح یا تحسین کی دلیل ہے۔ (فتح القدیر لابن ہمام: ج ۱ ص ۱۸، ۴۴۰)

ابن ہمام ایک جگہ لکھتے ہیں:

" وسكوت أبي داود والمنذري تصحيح أو تحسين منهما "

اور ابوداود اور المنذری رحمہم اللہ کا سکوت ان کے نزدیک حدیث کی تصحیح یا تحسین ہوتی ہے۔ (فتح القدیر لابن ہمام: ۲/۷۵)

۴: امام منذری نے سکوت کیا۔

۵: امام نسائی نے اس پر سکوت کیا۔

دیوبندیوں کے نزدیک امام نسائی جس حدیث پر سکوت کرتے ہیں وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔ ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"رواه النسائي وسكت عنه فهو صحيح عنده "

اسے امام نسائی نے روایت کیا اور سکوت کیا پس وہ ان کے نزدیک صحیح ہے۔

(اعلاء السنن: ۱/۱۰۵ ح ۱۱۴)

یہ اقوال بطور الزام پیش کیے گئے ہیں ہمارے (اہل حدیث کے) نزدیک ابوداود، نسائی، منذری اور ابن حجر العسقلانی وغیرہم کا سکوت حجت نہیں ہے، یہ سکوت نہ صحیح ہونے کی دلیل ہے اور نہ حسن ہونے کی، اسے خوب سمجھ لیں، تاہم دیوبندیوں و بریلویوں کے نزدیک یہ سکوت حجت ہیں۔

درج ذیل اماموں نے سنن نسائی کو صحیح قرار دیا ہے:

(ابوعلی النیسابوری، ابواحمد بن عدی، ابن مندہ، عبدالغنی بن سعید، ابویعلیٰ الخلیلی، ابوعلی ابن السکن اور ابوبکر الخطیب، دیکھئے زھر الربی حاشیہ سنن نسائی ۱/۳، قواعد فی علوم الحدیث ص۷۲)

لہٰذا درج ذیل اماموں کے نزدیک بھی یہ روایت صحیح ہے:

۸: ابواحمد بن عدی رحمۃ اللہ علیہ

۹: ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۰: ابوعلی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱: عبدالغنی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ

۱۲: ابوعلی السکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۳: الخطیب البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴: الضیاء المقدسی رحمۃ اللہ علیہ

دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۲۷) تدریب الراوی (۱/۱۴۴) لسان المیزان (۱/۱۷۰)

تنبیہ: یاد رہے کہ ابن عدی سے لے کر خطیب بغدادی تک محدثین کی توثیق، توثیقِ مبہم ہے جو کہ جرح مفسر کے مقابلے میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ نافع پر کوئی جرح مفسر ثابت نہیں لہٰذا یہاں اس توثیق مبہم سے امام دارقطنی المعتدل اور جمہور محدثین کی تائید میں استدلال صحیح ہے۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور سند میں کوئی علت نہیں ہے، مگر بعض لوگوں نے نافع بن محمود کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے، وہ کہتے ہیں کہ نافع بن محمود کے بارے میں حافظ

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے: مجہول ،طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: **لا یعرف** ابن قدامہ نے کہا: **لیس بمعروف**، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: **مستور** (دیکھئے احسن الکلام: ۹۰/۲)

اس تنقید کے مقابلے میں مؤدبانہ عرض ہے کہ اصول حدیث میں یہ مقرر ہے کہ جس سے دو ثقہ روایت کریں وہ مجہول العین نہیں رہتا بلکہ اس کی جہالت عین ختم ہو جاتی ہے، نافع رحمۃ اللہ علیہ سے دو ثقہ (حرام بن حکیم اور امام مکحول رحمہما اللہ روایت کر رہے ہیں)

ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"ولیس بمجھول من روی عنه ثقتان"

اور جس سے دو ثقہ روایت کریں وہ مجہول نہیں رہتا۔ (اعلاء السنن: ۱۱۱/۱۴ ح ۱۵۳)

لہٰذا حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا قول اصول حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے اور " **لا یعرف** " جرح ہی نہیں ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان: ج ۶ ص ۱۷۵)

لہٰذا طحاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول مردود ہے۔

مستور وہ ہوتا ہے جس کی کسی نے بھی توثیق نہ کی ہو۔ (دیکھئے نخبۃ الفکر مع نزھۃ النظر ص ۸۷)

نافع بن محمود رحمۃ اللہ علیہ کی اکثر علماء نے توثیق کی ہے:

۱: امام دارقطنی نے کہا: **ثقة** (سنن دارقطنی: ۳۲۰/۱ ح ۱۲۰۷)

۲: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک حدیث کو صحیح قرار دیا۔

(المستدرک: ۵۵/۲ ح ۲۳۳۵)

تنبیہ: یاد رہے کہ امام حاکم کی صحیح قرار دی ہوئی یہ روایت، ایک دوسرے راوی کی وجہ سے موضوع ہے، جس کا ذکر حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں کر دیا ہے۔

۳: حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: **ثقة** (المحلی: ۲۴۱/۳، ۲۴۲ مسئلہ: ۳۶۰)

۴: امام بیہقی نے کہا: **ثقة** (کتاب القراءت: ص ۶۴ ح ۱۲۱)

۵: حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ثقہ اور مشہور تابعین میں شمار کیا ہے۔

(کتاب الثقات: ۴۷۰/۵، کتاب مشاہیر علماء الامصار ص ۱۱۷ رقم ۹۰۷) اور کوئی بھی جرح نہیں کی۔

۶: حافظ ذہبی نے کہا: ثقة (الکاشف: ۳/۱۹۷)

۷: امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ

۸: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ

۹: امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حدیث پر سکوت کیا جو حنفیوں، دیوبندیوں اور بریلویوں کے نزدیک نافع کی توثیق پر دلالت ہے۔ (دیکھئے ص ۲۸)

۱۰: ابوعلی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۱: ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲: ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۳: حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۴: ابویعلیٰ الخلیلی رحمۃ اللہ علیہ

۱۵: حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے اس کی حدیث کی تصحیح کی۔ (دیکھئے ص ۵۲) جو کہ نافع کی توثیق پر دلالت کرتی ہے۔ اتنی بڑی جماعت ایک شخص کو ثقہ قرار دے تو اسے کیونکر مجہول وغیرہ قرار دیا جاسکتا ہے؟

لہٰذا ثابت ہوا کہ مجہول والی جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱: جمہور کے خلاف ہے۔

۲: مبہم ہے۔

۳: یہ جرح ہی نہیں ہے۔

۴: حنفیوں دیوبندیوں کے نزدیک خیر القرون کے مجہول اور مستور کی روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"والجهالة فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا"

اور قرون ثلاثہ (خیر القرون) میں جہالت ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔



(اعلاء السنن: ۳/ ۱۶۱ ح ۹۲۷)

اور فرماتے ہیں:

" إن رواية المستور من القرون الثلاثة مقبولة عندنا معشر الحنفية "

بے شک قرون ثلاثہ (پہلی تین صدیوں) میں مستور کی روایت ہم حنفیوں کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن: ۳/ ۱۶۵)

تنبیہ: ظفر احمد تھانوی صاحب اور دیوبندی حضرات، حنفی نہیں ہیں بلکہ یہ صرف اور صرف دیوبندی ہیں، عقائد و اصول میں اشعری و ماتریدی بن کر امام ابوحنیفہ کی مخالفت کرنے والے کس طرح اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتے ہیں؟

اور تھانوی مذکور صاحب مزید فرماتے ہیں:

" أن المستور في القرون الثلاثة مقبول عندنا "

قرون ثلاثہ میں مستور (کی روایت) ہمارے نزدیک مقبول ہے۔

(اعلاء السنن: ۱/ ۳۱۶ ح ۳۳۵)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے توضیح الکلام (۱/ ۳۷۳ تا ۳۷۷) الحسامی مع النامی (۱/ ۱۴۳، ۱۴۴) مسلم الثبوت (ص ۱۹۱) کشف الاسرار (۲/ ۳۸۶)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ نافع بن محمود جمہور علماء کے نزدیک ثقہ اور معروف ہیں اور ان کی بیان کردہ حدیث اکثر علماء کے نزدیک صحیح ہے، تو انھیں مجہول اور ان کی حدیث کو "معلل" کہنا غلط اور مردود ہے۔

(۴) حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" حدثنا شجاع بن الوليد قال :حدثنا النضر قال :حدثنا عكرمة قال :حدثني عمرو بن سعد عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال :قال رسول الله ﷺ :تقرؤن خلفي ؟ قالوا :نعم ،إنا لنهذ هذاً، قال :فلا تفعلوا إلا بأم القرآن "

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے صحابہ) تم میرے پیچھے پڑھتے ہو؟ تو انھوں نے جواب میں کہا: جی ہاں ہم جلدی جلدی پڑھتے ہیں، فرمایا: پس کچھ بھی نہ پڑھو سوائے سورۂ فاتحہ کے۔

(جزء القراءت: ص ۷۱، ۱۸ ح ۶۳)

اسے امام بیہقی نے کتاب القراءت (ص ۷۹) میں روایت کیا ہے، اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور جمہور محدثین کے نزدیک اس کی سند صحیح یا حسن ہے۔ عمرو بن شعیب بالاجماع ثقہ تابعی ہیں اور ان کی عن ابیه عن جده والی حدیث حسن یا صحیح ہوتی ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وأما أئمة الإسلام وجمهور العلماء فيحتجون بحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده إذا صح النقل إليه "

ائمۂ اسلام اور جمہور علماء کے نزدیک اگر عمرو بن شعیب تک سند صحیح ہو تو ان کی عن ابیہ عن جدہ والی روایت حجت ہوتی ہے۔ (مجموع فتاویٰ: ۱۸/۸)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

" والجمهور يحتجون به "

اور جمہور ان سے حجت پکڑتے ہیں۔ (تہذیب السنن: ۶/ ۳۷۴)

علامہ منذری اپنا فیصلہ سناتے ہیں:

" فيه كلام طويل فالجمهور علىٰ توثيقه وعلى الإحتجاج بروايته عن أبيه عن جده "

اس میں لمبی بحث ہے، جمہور آپ کو ثقہ کہتے ہیں اور آپ کی عن ابیہ عن جدہ والی روایت کو حجت سمجھتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب: ج۴ص ۵۷۶)

حافظ زیلعی فرماتے ہیں:

" وأكثر الناس يحتجون بحديث عمرو بن شعيب "

(اہل علم) لوگوں کی اکثریت عمرو بن شعیب کی حدیث سے حجت پکڑتی ہے۔

(نصب الرایۃ ۱/۵۸)

محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب گواہی دیتے ہیں:

" وذهب أكثر المحدثين إلى صحة الإحتجاج به وهو الصحيح المختار "

اکثر محدثین کا یہ مذہب ہے کہ عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده والی حدیث حجت ہے اور یہی صحیح ہے اور ہم اسے اختیار کرتے ہیں۔ (معارف السنن ۳/۳۱۵)

عبدالرشید نعمانی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں''

(ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۴۱)

شیخ الاسلام البلقینی رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده کی حجیت پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام: '' بذل الناقد بعض جهده في الإحتجاج بعمرو بن شعيب عن أبيه عن جده '' ہے اور فرماتے ہیں:

" والصواب الذي عليه جمهور المحدثين الإحتجاج به "

اور صحیح بات وہی ہے جو کہ جمہور محدثین نے کہی ہے کہ اس کی روایت (عن أبيه عن جده) حجت ہے۔ (محاسن الاصطلاح شرح مقدمہ ابن الصلاح: ص ۴۸۱)

مزید تفصیل کے لئے توضیح الکلام (۱/۴۳۸ تا ۴۵۳) کا مطالعہ کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده والی

حدیث صحیح یا حجت ہوتی ہے، باقی سند بھی صحیح ہے لہٰذا اس حدیث کے صحیح ہونے میں کیا شبہ ہے؟

(۵) حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ثنا يعقوب: ثنا أبي عن ابن إسحاق بحدثني مكحول عن محمود بن الربيع الأنصاري عن عبادة بن الصامت قال: صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح فثقلت عليه فيها القراء ة فلما انصرف رسول الله صلى الله عليه وسلم من صلاته أقبل علينا بوجهه فقال: إني لأراكم تقرؤن خلف إمامكم إذا جهر قال: قلنا أجل والله إذاً يا رسول الله إنه لهذاً فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تفعلوا إلا بأم القرآن فإنه لا صلاة لمن لم يقرأ بها "

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، آپ پر قراءت بھاری ہوگئی جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے (قرآن) پڑھتے ہو؟ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ ہم لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ کی قسم ہم پڑھتے ہیں، فرمایا: ایسا مت کرو مگر ہاں ام القرآن یعنی سورۂ فاتحہ پڑھو اور کچھ نہ پڑھو، کیونکہ جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

(مسند احمد: ۳۲۲/۵ ح ۲۳۱۲۵ واللفظ لہ وص ۳۱۶ ح ۲۳۰۷۰) (ترمذی مترجم: ۶۵/۱)

یہ حدیث محمد بن اسحاق کی سند سے درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے۔

سنن ابی داود (۱۲۶/۱ ح ۸۲۳)، سنن الترمذی (۶۹/۱، ۷۰ ح ۳۱۱)، جزء القراءت للبخاری (ح ۲۵۷) سنن دارقطنی (۳۱۸/۱ ح ۱۲۰۰)، مستدرک الحاکم (۲۳۸/۱ ح ۸۶۹)، المعجم الصغیر للطبرانی (۲۳۰/۱ ح ۱۵۸۱)، صحیح ابن خزیمہ (۳۶/۳)، صحیح ابن حبان (الاحسان

۱۳۷/۳،۱۶۱ح۱۷۸۲، ۱۸۴۵) ، منتقیٰ ابن الجارود (ح ۳۲۱) ، السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۶۴/۲) وکتاب القراءت لہ (ص ۴۳،۴۴ وفی نسخۃ ص ۵۶، ۵۷ ح ۱۰۹-۱۱۳) وغیرہ

اسے متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً:

۱: بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۲: ابوداود رحمۃ اللہ علیہ

۳: ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ

۴: ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

۵: بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

اور متعدد علماء نے اسے حسن کہا ہے، مثلاً:

۱: ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

۲: دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ

۳: ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہم

اس حدیث کے ایک راوی محمد بن اسحاق بن یسار مختلف فیہ ہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے انھیں شدید جروح کا نشانہ بنایا ہے اور بعض لوگوں نے ان جروح کے بل بوتے پر محمد بن اسحاق التابعی رحمۃ اللہ علیہ کو کذاب و دجال وغیرہ قرار دینے کی ناکام کوشش کی ہے، حالانکہ یہ سب جروح مردود ہیں۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ: جمہور محدثین، فقہا، اور علماء کے نزدیک ثقہ، صدوق، حسن الحدیث اور صحیح الحدیث وغیرہ ہیں۔

حافظ زیلعی فرماتے ہیں:

" وابن إسحاق الأكثر علىٰ توثيقه وممن وثقه البخاري "

اور امام بخاری سمیت اکثر (علماء) نے محمد بن اسحاق کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(نصب الرایۃ: ۷/۴)

علامہ عینی فرماتے ہیں:

" وتعليل ابن الجوزي بابن إسحاق ليس بشيء لأن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور "

ابن جوزی کا ابن اسحاق پر جرح کرنا کچھ چیز نہیں ہے، کیونکہ ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقہ لوگوں میں سے تھے۔ (عمدۃ القاری: ۲۷۰/۷)

امام سہیلی لکھتے ہیں:

" ثبت في الحديث عند أكثر العلماء "

اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت ہیں۔ (الروض الانف: ۴/۱)

یہی بات امام ابن خلکان نے وفیات الاعیان (۴/۲۷۶، ۲۱۲) میں لکھی ہے

ابن ہمام حنفی صاف اعلان کرتے ہیں:

"وابن إسحاق ثقة على ما هو الحق "

اور حق یہ ہے کہ ابن اسحاق ثقہ ہیں۔ (فتح القدیر: ۴۱۱/۱)

اور فرماتے ہیں:

" أما ابن إسحاق فثقة ثقة لا شبهة عندنا في ذلك ولا عند محققي المحدثين "

ابن اسحاق ثقہ ہیں اس میں ہمارے اور محقق محدثین کے نزدیک کوئی شبہ نہیں ہے

(فتح القدیر: ۴۲۴/۱ دوسرا نسخہ: ۳۰۱/۱ وتوضیح الکلام: ۲۸۳/۱)

محمد ادریس کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

"جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے" (سیرت المصطفیٰ: ۷۶/۱) مزید تفصیل کے لئے توضیح الکلام (۲۲۵/۱ تا ۲۹۴) وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

دیوبندی علماء میں سے انور شاہ کشمیری، محمد یوسف بنوری، محمد ادریس کاندھلوی، ظفر احمد عثمانی، تبلیغی نصاب والے زکریا صاحب اور سرفراز صفدر دیوبندی وغیرہم نے بھی محمد بن

اسحاق کی توثیق کی ہے، بریلوی مسلک کے مسلم رہنما احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''ہمارے علماء کے نزدیک بھی محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ہی راجح ہے''

(منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ص ۱۱۶)

قارئین فیصلہ فرمائیں کہ ایسے ثقہ عند الجمہور راوی کو چند لوگوں کی جرح کی بنیاد پر کذاب وغیرہ باور کرانا کہاں کا انصاف ہے؟

اس سند کے ساتھ ایک راوی امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے۔

امام مکحول کا تعارف

آپ سر زمین شام کے نامور تابعی، صحیح مسلم کے مرکزی راوی اور جمہور علماء کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب: ۲۰۸/۱)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''ثقة فقيه ، كثير الإرسال ''

(تقریب التہذیب ص ۵۰۶ ت: ۶۸۷۵)

امام ابن یونس مصری فرماتے ہیں: '' اتفقوا على توثيقه '' مکحول کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ۱۱۴/۲)

امام ترمذی، امام دارقطنی، امام ابن خزیمہ، حافظ ابن حبان اور امام ابوداود وغیرہم نے امام مکحول کی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی ہے۔ جو کہ صریح توثیق ہے، ان کے مقابلے میں امام ابو حاتم سے '' ليس بالمتين '' کی جرح مروی ہے۔

اولاً: یہ جرح امام ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں ہے۔

ثانیاً: اگر ثابت بھی ہو تو غیر مفسر ہے۔

ثالثاً: یہ جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں مردود ہے۔

امام ابن سعد: کاتب الواقدی فرماتے ہیں:

'' وقال غيره من أهل العلم : كان مكحول من أهل كابل و كانت فيه لكنة و كان يقول بالقدر و كان ضعيفاً في حديثه وروايته ''

اور اہل علم میں سے دوسرے نے کہا: مکحول کابلی تھا اور اس کی زبان میں لکنت تھی اور قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور اپنی حدیث اور روایت میں ضعیف تھا۔

(طبقات ابن سعد: ۴۵۴/۷)

یہ جرح کئی لحاظ سے مردود ہے:

۱: "**غيره من أهل العلم**" مجہول ہے۔

۲: ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اگر جمہور کے خلاف جرح میں منفرد ہوں تو ان کی جرح غیر مقبول ہوتی ہے۔ دیکھئے (ص ۱۹، ۲۰)

۳: یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہے۔

مکحول رحمۃ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد بھی تھے۔ (کتاب الآثار ص ۳۵۰)

بعض لوگوں نے امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ مدلس ہیں، اس کے جواب میں حافظ محمد گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مکحول اصطلاحی معنی میں مدلس نہیں کیونکہ اصطلاحی مدلس وہ ہوتا ہے جو ایسے لوگوں سے ارسال کرے جن سے اس کا سماع ثابت ہو اور یہاں اس کا ارسال کبار صحابہ سے مقید ہے اور کبار صحابہ سے اس کا سماع ثابت نہیں پس ارسال کو اصطلاحی طور پر تدلیس نہیں کہہ سکتے۔" (خیر الکلام: ص ۲۳۲، ۲۳۳)

مکحول رحمۃ اللہ علیہ کی معنعن روایات کی متعدد علماء نے تصحیح یا تحسین کی ہے۔ مثلاً:

۱: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

۲: امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ

۳: امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

۴: امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ

۵: امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

۶: حافظ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ

۷: امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ

۸: امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ

۹: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۱۰: امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ (توضیح الکلام: ۱/۲۲۲، ۲۲۳)

میری تحقیق میں مکحول رحمۃ اللہ علیہ مدلس نہیں ہیں، ان پر تدلیس کا الزام حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے لگایا ہے۔ حافظ ذہبی کے بارے میں صفحہ (۲۳) پر گزر چکا ہے کہ تدلیس اور ارسال ان کے نزدیک ایک ہی چیز ہے لہٰذا وہ جس راوی کو مدلس کہیں تو دیگر قرائن کے بغیر اس حکم کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ حافظ ابن حبان ایک راوی بشیر بن المہاجر کے بارے میں فرماتے ہیں: " قد روی عن أنس ولم يره :دلس عنه " (کتاب الثقات: ۶/۹۸)

معلوم ہوا کہ ابن حبان کے نزدیک بھی تدلیس اور ارسال ایک ہی چیز ہے لہٰذا ابن حبان اور ذہبی اگر دونوں کسی راوی کو مدلس کہیں اور دوسرے محدثین اس کا انکار کریں یا اس راوی کی حدیث کو صحیح و حسن کہیں تو ایسے راوی کو غیر مدلس ہی سمجھا جائے گا جیسا کہ ابو قلابہ کے ذکر میں گزر چکا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم (صفحہ ۱۵، ۱۶) پر عرض کر آئے ہیں کہ حنفیہ کے نزدیک تدلیس چنداں مضر نہیں ہے، لہٰذا اپنے مسلم اصول کے خلاف مدلس کی رٹ لگانا انصاف کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔

(۶) حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" حدثنا مسدد قال :حدثنا يحيى بن سعيد عن عبيدالله قال : حدثني سعيد المقبري عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي ﷺ :إذا أقيمت الصلوة فكبر ثم اقرأ ثم اركع "

نبی ﷺ نے (مسیئ الصلوٰۃ سے) فرمایا: جب (فرض) نماز کی اقامت ہو جائے تو تکبیر کہہ پھر قراءت کر پھر رکوع کر۔ (جزء القراءۃ للبخاری: ح ۱۱۳ وسندہ صحیح)

اس روایت میں مسيَ الصلوٰۃ کوحکم دیا گیا ہے کہ فرض نماز کی اقامت ہو جانے کے بعد (جب امام تکبیر کہہ دے) تو تم تکبیر (اللہ اکبر) کہو پھر قراءت کرو، دوسرے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہاں قراءت سے مراد سورۂ فاتحہ کی قراءت ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ مقتدی پر (سورۂ فاتحہ کی) قراءت فرض ہے۔

یہ روایت بلحاظِ سند بالکل صحیح ہے، مسدد: ثقہ حافظ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۶۵۹۸)

یحییٰ بن سعید القطان: ثقہ، متقن حافظ امام قدوۃ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۵۵۷)

عبید اللہ بن عمر بن حفص: ثقہ ثبت ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۴۳۲۴) سعید المقبری: ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۲۳۲۱ ملخصاً) ان پر موت سے پہلے تغیر کا الزام ہے، جو یہاں مردود ہے، عبید اللہ بن عمر کا ان سے سماع تغیر سے پہلے کا ہے، دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح: ص ۴۶۶، نوع: ۶۳) کیسان ابوسعید المقبری: ثقہ ثبت ہیں۔ (تقریب: ۵۶۷۶) ابو ہریرہ مشہور جلیل القدر صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، لہٰذا یہ سند بالکل صحیح ہے۔

(۷) حدیث رفاعۃ الزرقی رضی اللہ عنہ

رفاعہ بن رافع الزرقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ نے مسيَ الصلوٰۃ کو حکم دیا کہ

" إذا أقيمت الصلوٰة فكبر ثم اقرأ بفاتحة الكتاب وما تيسر ثم اركع "

جب (فرض) نماز کی اقامت ہو جائے تو تکبیر کہہ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ اور (سری نماز میں) جو میسر ہو پڑھ، پھر رکوع کر۔

(شرح السنۃ للبغوی: ۳/۱۰ ح ۵۵۴ وقال: "ھٰذا حدیث حسن")

اس روایت کی سند حسن ہے۔

(قال البغوي: أخبرنا أبو طاهر محمد بن علي بن بويه الزراد أنا أبو القاسم علي بن أحمد الخزاعي: نا أبو سعيد الهيثم بن كليب: نا عيسى بن أحمد العسقلاني أبو أحمد: أنا يزيد بن هارون: أنا محمد بن عمرو عن علي بن

يحيى بن خلاد عن رفاعة بن رافع الزرقي ...... إلخ)

رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان الانصاری رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں۔

دیکھئے تقریب التہذیب: ۱۹۴۶

علی بن یحییٰ بن خلاد: ثقہ ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۴۸۱۴) محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی: صدوق لہ اوہام ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۶۱۸۸) یہ حسن الحدیث راوی ہیں جمہور نے انھیں ثقہ وصدوق قرار دیا ہے، یزید بن ہارون: ثقہ متقن عابد ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۷۸۹) عیسی بن احمد العسقلانی: ثقة يغرب ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۵۲۸۶) راوی اگر ثقہ یا صدوق ہو تو ''یـــغــــرب'' (وہ غریب روایتیں بیان کرتا ہے) کوئی جرح نہیں ہے، یاد رہے کہ صحیح بخاری کی پہلی روایت بھی غریب ہی ہے۔

ہیثم بن کلیب الشاشی: الامام الحافظ الثقہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۵/۳۵۹)

علی بن احمد الخزاعی: الشیخ الصدوق العالم المحدث ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۷/۱۹۹)

محمد بن علی بن بویہ الزراد کا ذکر تاریخ دمشق: ۵۷/۲۹۶ اور الانساب للسمعانی (۳/۱۴۳) میں ہے۔ سمعانی نے کہا: " كتب الحديث ، يكثر بالشام " امام بغوی نے اس کی حدیث کو حسن کہہ کر اس کی توثیق کر دی ہے لہٰذا یہ سند حسن ہے۔

اس روایت کے مفہوم میں دو باتیں اہم ہیں:

۱: اس میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲: ''اور جو میسر ہو'' کی تخصیص، دوسرے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے سری نماز سے کی گئی ہے، یاد رہے کہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد، سورۂ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت فرض (واجب) نہیں بلکہ (جہری نمازوں میں مقتدی کی تخصیص کے بعد) سنت اور مستحب ہے۔

دیکھئے نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ للبخاری (ص ۲۶)

(۸) حدیث محمد بن ابی السری العسقلانی

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

" أخبرنا أبو عبدالله الحافظ :أنبا أبو علي الحسين بن علي الحافظ :نا أحمد بن عمير الدمشقي :ناموسى بن سهل الرملي :نا محمد بن أبي السري :نا يحيى بن حسان :نا يحي بن حمزة عن العلاء بن الحارث عن مكحول عن محمود بن الربيع عن عبادة بن الصامت قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب ، إمام وغير إمام ......"

عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے امام ہو یا غیر امام۔ (کتاب القراءت ص ۴۸ وفی نسخہ ص ۶۲ ح ۱۱۵)

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

۱: ابوعبداللہ الحافظ (امام حاکم صاحب المستدرک) آپ ثقہ تھے۔ (تاریخ بغداد: ۴۷۳/۵) نیز دیکھئے احسن الکلام (۱۰۴/۱)، تذکرۃ الحفاظ (۱۰۳۹/۳ ت: ۹۶۲) وغیرہما۔

۲: ابوعلی الحافظ: آپ " الحافظ الإمام العلامة الثبت " تھے۔

(سیر اعلام النبلاء ۵۱/۱۶، نیز دیکھئے احسن الکلام ۱۰۴/۱)

۳: احمد بن عمیر: آپ ثقات المسلمین میں سے تھے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی: ۶۲/۱) جمہور نے آپ کی توثیق وتعریف کی ہے، آپ پر امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح ثابت نہیں ہے، اس جرح کا راوی ابوعبدالرحمٰن السلمی ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۱۷/۱۵) اور یہ شخص کذاب تھا۔ (دیکھئے احسن الکلام ۸۹/۲، توضیح الکلام ۳۳۱/۱)

۴: موسیٰ بن سہل الرملی صدوق ثقہ تھے۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۱۴۶/۸)

۵: محمد بن متوکل العسقلانی، آپ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے، امام ابن معین نے

کہا: ثــــقة، اور کسی محدث نے بھی ان کی اس روایت کو وہم یا منکر نہیں کہا، تفصیل کے لئے دیکھئے تہذیب التہذیب (۹/ ۳۷۶ و توضیح الکلام (۱/ ۳۱۴)

۶: یحییٰ بن حسان ثقہ تھے۔ (تقریب التہذیب ص: ۷۵۸۰)

۷: یحییٰ بن حمزہ ثقہ تھے۔ (الکاشف للذہبی: ۳/ ۲۲۳)

۸: العلاء بن الحارث جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، آپ کی روایات صحیح مسلم (۲/ ۱۴۷ ح ۱۹۳۱) وغیرہ میں موجود ہیں بلکہ ''الکواکب النیر ات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات'' کے محشی عبدالقیوم بن عبدرب النبی صاحب لکھتے ہیں:

" ثقة لم يضعفه أحد من الحفاظ "

آپ ثقہ تھے آپ کو کسی محدث نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

(ص ۳۴۰، نیز دیکھئے توضیح الکلام: ۱/ ۳۱۳)

آپ پر تغیرِ عقل کا الزام ہے، امام ابوداود سے اس جرح کا راوی آجری ہے۔

(تہذیب التہذیب: ۸/ ۱۵۸)

آجری مذکور مجہول الحال ہے۔

۹: مکحول رحمۃ اللہ علیہ پر تفصیلی بحث ص (۶۱) پر گزر چکی ہے، اور باقی سند صحیحین کی شرط پر بالکل صحیح ہے۔

(۹) حدیث عبدالحمید بن جعفر

امام بیہقی نے کہا:

" أخبرنا الإمام أبو عثمان رضي الله عنه: أنا أبو طاهر محمد بن الفضل بن محمد بن إسحاق بن خزيمة: أنا جدي: نا محمد بن أبي صفوان الثقفي: نا أبو بكر يعني الحنفي: نا عبدالحميد بن جعفر عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أنه كان يقرأ خلف رسول الله ﷺ إذا أنصت فإذا قرأ لم يقرأ فإذا أنصت قرأ و كان

رسول الله ﷺ يقول :كل صلٰوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج وأنبأني أبو عبدالله الحافظ إجازة أن أبا علي الحسين بن علي الحافظ أخبرهم:نا محمد بن إسحاق بن خزيمة فذكره بإسناده نحوه "

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نبی کریم ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے، جب آپ خاموش ہوتے اور جب آپ پڑھتے تو قراءت نہ کرتے اور جب آپ خاموش ہوتے تو آپ قراءت کرتے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ہر نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

(کتاب القراءت: ص ۱۰۵، وفی نسخۃ: ص ۱۳۶ ح ۳۰۱، ۳۰۲)

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے لئے دیکھئے ص ۲۴، ۲۶، عبدالحمید بن جعفر جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

(نصب الرایۃ: ۱/۳۴۴، نیز دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "نور العینین فی مسئلۃ رفع الیدین" (ص ۷۵)

ابوبکر عبدالکبیر بن عبدالمجید الحنفی ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۴۱۷۵)

محمد بن ابی صفوان الثقفی بھی ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۶۱۷۱)

اور امام ابن خزیمہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں، وہ ثقہ سے اوپر تھے، ابوعلی الحافظ اور امام حاکم کا تذکرہ ص ۴۵ پر گزر چکا ہے، ابوطاہر بن الفضل صحیح ابن خزیمہ کے راوی ہیں۔ ابوعلی النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی متابعت کر رکھی ہے، ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن الصابونی بہت بڑے ثقہ امام تھے، دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۱۸/۴۰)

(۱۰) حدیث معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ

معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث کا خلاصہ ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور نماز میں باتیں کرتے رہے، فرماتے ہیں:

" فلما صلّى رسول الله ﷺ فبأبي و أمي مارأيت معلماً قبله و لا

بعده أحسن تعليماً منه فو الله ما كهرني ولا ضربني ولا شتمني ثم قال: إن هٰذه الصلوٰة لا يصلح فيها شئ من كلام الناس إنما هو التسبيح والتكبير وقراءة القرآن "

پس جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ سے بہترین استاد میں نے نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ آپ نے نہ تو مجھے جھڑکا اور نہ مارا نہ بُرا بھلا کہا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نماز میں انسانوں کے کلام کی کوئی چیز جائز نہیں ہے، یہ نماز تو تسبیح و تکبیر اور قرآن کا پڑھنا ہے۔

(صحیح مسلم: ۲۰۳/۱ ح ۵۳۷)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی جس طرح تسبیح اور تکبیر کہے گا، اُسی طرح قرآن (سورۂ فاتحہ) بھی پڑھے گا، کیونکہ یہ حدیث خاص طور پر مقتدی کے بارے میں ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بھی اس سے قراءت خلف الامام کے مسئلہ پر استدلال کیا ہے۔

(جزء القراءت: ح ۶۹، ۷۰، بیہقی: ص ۶۷ ح ۱۷۷)

امام کے لئے سکوت کا ثبوت کئی مرفوع اور موقوف روایات سے ثابت ہے، مثلاً دیکھئے صحیح بخاری (۱۰۳/۱ ح ۷۴۴) ابوداود (۱۲۰/۱ ح ۷۷۷-۷۸۱) آثار السنن للنیموی (۱۹۱/۲۸۳) کتاب القراءت للبیہقی (ص ۱۰۳ ح ۲۳۷-۲۳۹) وجزء القراءت للبخاری (ص ۶۵، ۶۶ ح ۲۷۳-۲۸۱) وغیرہ۔

قارئین کرام!

ان کے علاوہ بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں مقتدی کو فاتحہ (یا قراءت) خلف الامام کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً:

۱: رجاء بن حیوہ عن عبادۃ (کتاب القراءت ص ۵۳، ۱۱۵ دوسرا نسخہ: ص ۶۷، ۶۸ ح ۱۲۹)

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے احمد بن عبید اللہ الانطاقی کے، اس کی توثیق نامعلوم ہے، دیکھئے تاریخ بغداد (۲۵۲/۴ ت: ۱۹۸۱)

۲: عبداللہ بن عمرو بن العاص عن عبادۃ

(کتاب القراءت: ص۵۴، ۱۱۸، دوسرا نسخہ: ص۶۸، ۶۹ ح ۱۳۲)

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے الحسن بن علی بن عیاش الحمصی کے، اس کی توثیق نامعلوم ہے۔ (دیکھئے تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۵/۱۶۴)

۳: مرسل سلیمان التیمی (مسند احمد: ۵/۳۰۸ ح ۲۳۰۰۱)

اس کے سارے راوی ثقہ ہیں مگر سند منقطع ہے۔ (دیکھئے ص ۷)

۴: عبدالرحمٰن بن سوار بسندہ عن مہران (کتاب القراءت للبیہقی: ص۶۲ ح ۱۶۱)

اس کے سارے راوی ثقہ ہیں، بجز عبدالرحمٰن کے، اس کے حالات نامعلوم ہیں۔

(دیکھئے توضیح الکلام: ۱/۴۵۶)

۵: رجل من أهل البادية عن أبيه (کتاب القراءت: ص۶۳ ح ۱۶۲)

اس کی سند رجل تک صحیح ہے اور ''رجل'' نامعلوم ہے، حنفیہ، دیوبندیہ کے نزدیک خیر القرون کے نامعلوم شخص کی روایت حجت ہوتی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۳، ۳۳)

۶: حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص (کتاب القراءت للبیہقی: ص۶۴، ۶۵ ح ۱۷۰)

اس کی سند کے تمام راوی ثقہ ہیں صرف ابن لہیعہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب بار بار فرماتے ہیں کہ ابن لہیعہ حسن الحدیث ہے۔

(دیکھئے اعلاء السنن ۱/۳۰ ح ۴۲۶، وص ۳۴۵ ح ۳۳۸، وص ۴۴۸ ح ۴۴۳)

مثنیٰ بن الصباح نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ (مصنف عبدالرزاق: ج ۲ ص ۱۳۳)

مثنیٰ بن الصباح: ''ضعيف ، اختلط بآخرة وكان عابداً'' ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۴۷۱)

سید مہدی حسن شاہجہانپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''اس روایت میں کوئی خرابی نہیں تھی جو ابن لہیعہ کے عدم احتجاج کو پیش کر کے چاند پر خاک ڈالی گئی ہے۔ اول تو ابن لہیعہ کی توثیق امام احمد نے کی ہے''

(التطہیر فی نجاسۃ البیرٗ، در مجموعہ رسائل: ۱/۳۲۲)

۷: مرسل ابی قلابہ (کتاب القراءت: ص ۴۷ ح ۱۴۸)

اس کی سند ابو قلابہ تک بالکل صحیح ہے، لیکن مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، مگر حنفیہ کے نزدیک مرسل حجت ہے۔ (دیکھئے احسن الکلام: ۱/۱۱۴، ۱۱۵)

لہٰذا انھیں چاہئے کہ بغیر کسی چون و چرا کے اس ضعیف روایت کو تسلیم کریں۔

۸: حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ (تاریخ یعقوب بن سفیان الفارسی: ۲/۴۳۲)

اس روایت کی سند کے دو راویوں (۱) مؤمل بن عمر ابو قعنب القشمی اور (۲) یوسف ابو عنبسہ خادم ابی امامہ کے حالات مجھے معلوم نہیں۔

۹: محمد بن عبداللہ بن عبید اللہ بن عمیر عن عطاء عن ابی ہریرہ الخ (دارقطنی: ۱/۳۱۷ ح ۱۱۹۶)

اس کا راوی محمد بن عبداللہ ضعیف ہے، امام ابن معین اور امام بخاری وغیرہما نے اس پر سخت جرح کی ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

۱۰: مرسل محمد بن ابی عائشہ (التاریخ الکبیر للبخاری: ۱/۲۰۷)

اس کی سند محمد بن ابی عائشہ تک صحیح ہے، لیکن یہ روایت ارسال کی وجہ سے ضعیف ہے، مختصر یہ کہ یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ لہٰذا میں نے علمی امانت کی وجہ سے ان ضعیف روایات سے بالکل استدلال نہیں کیا اور نہ انھیں شواہد میں پیش کیا ہے اصل حجت ان روایات میں ہے جنھیں میں نے صفحہ ۸ تا ۳۸ پر پیش کیا ہے۔

(حدیث انس بن مالک تا حدیث معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہما)



خلفائے راشدین اور فاتحہ خلف الامام

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جہری اور سری دونوں نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا حکم ثابت ہے جیسا کہ تفصیل آگے آرہی ہے۔(صححہ الدارقطنی والحاکم والذہبی) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے، لیکن اس کی سند امام زہری کے عنعنہ کی وجہ سے معلول ہے لہٰذا میں اس ضعیف روایت سے استدلال نہیں کرتا، حالانکہ امام حاکم اور ذہبی وغیرہما نے اس اثر کی بھی تصحیح کی ہے۔

خلاصۃ الکلام فی الفاتحۃ خلف الامام

قارئین کرام!

راقم الحروف نے اس مختصر کتاب میں کتاب وسنت کے عام اور خاص دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مقتدی کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ ہر نماز میں چاہے سری ہو یا جہری سورۂ فاتحہ ضرور پڑھے، کیونکہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی آیات قرآنیہ، صحیح وحسن احادیث کا یہی مفہوم ہے، خلفائے راشدین کا بھی یہی عمل ہے اور جمہور صحابہ کا بھی یہی طریقہ ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ یاد رہے کہ مقتدی کو فاتحہ سراً پڑھنی چاہئے، جہر کر کے امام پر تشویش کرنا ممنوع ہے۔

ان صحیح احادیث کے مقابلے میں قرآن پاک کی نہ تو کوئی آیت ہے جس میں مقتدی کو امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہو اور نہ کوئی صحیح وحسن حدیث جو اپنے مدلول پر صریح ہو اور نہ کسی صحابی سے باسند صحیح صاف طور پر فاتحہ کی ممانعت ثابت ہے۔

بلکہ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وقد أجمع العلماء علٰی أن من قرأ خلف الإمام فصلاته تامة ولا إعادة عليه "

اور علماء کا اجماع ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے (سورۂ فاتحہ) پڑھتا ہے، اس کی نماز مکمل ہے، اس پر کوئی اعادہ نہیں۔ (الاستذکار:۲/۱۹۳)

عبدالحیٔ لکھنوی (جو کہ مشہور تقلیدی عالم تھے) فرماتے ہیں:

" لم يرد في حديث مرفوع صحيح النهي عن قراء ة الفاتحة خلف الإمام وكل ما ذكروه مرفوعاً فيه إما لا أصل له وإما لا يصح "

کسی مرفوع صحیح حدیث میں فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں اور وہ (تقلیدی حضرات) جو بھی مرفوع احادیث کا ذکر کرتے ہیں یا تو وہ صحیح نہیں یا اس (روایت) کی کوئی اصل نہیں۔ (التعلیق الممجد: ص۱۰۱ حاشیہ نمبر۱)

لکھنوی صاحب کا یہ بیان انتہائی ذمہ دارانہ ہے، اس کے خلاف آج تک کوئی بھی کچھ پیش نہیں کر سکا۔ مانعین فاتحہ خلف الامام اس مسئلہ پر بہت سے "عام" دلائل پیش کرتے ہیں، حالانکہ اصولاً خاص کے مقابلے میں عام پیش کرنا غلط ہے۔

مانعین قراءت خلف الامام کے شبہات

۱: ﴿ واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ﴾

اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔

(الاعراف: ۲۰۴)

۲: ((وإذا قرأ فأنصتوا)) اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

(صحیح مسلم: ۱/۱۷۴ ح ۶۲/۴۰۴)

۳: ((إني أقول مالي أنازع القرآن))

میں کہتا ہوں کہ میرے ساتھ قراءت قرآن میں منازعت کیوں ہو رہی تھی۔

(موطأ امام مالک وغیرہ بحوالہ احسن الکلام: ۱/۲۲۴)

اس روایت میں امام زہری رحمہ اللہ کا مدرج قول ہے:

" فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله ﷺ فيما جهر فيه "

اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے

قراءت ترک کردی تھی۔ (ایضاً)

٤: " **من كان له إمام فقراءة الإمام له قراة** "

جس آدمی نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءت مقتدی کو بس ہے۔ (احسن الکلام: ۱/۲۵۷)

٥: ادراکِ رکوع کا مسئلہ:

٦: آثارِ صحابہ جن میں مطلق قراءت کا لفظ ہے، فاتحہ کا لفظ نہیں مانعین کی یہ کل کائنات ہے، مانعین کے یہ عام دلائل ہیں اور ہمارے دلائل خاص ہیں اور یہ اصول میں مقرر ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں:

" **لا نعرف خلافاً بين القائلين بالعموم في جواز تخصيصه بالدليل** "

ہمیں عموم کے دعویداروں کے درمیان اس بات پر اختلاف معلوم نہیں کہ اس کی تخصیص دلیل کے ساتھ جائز ہے۔ (المستصفیٰ من علم الاصول: ۲/۹۸)

امام ابن الحاجب (متوفی ۶۴۶ھ) فرماتے ہیں:

" **تخصيص العام جائز عند الأكثرين** "

یعنی عام کی تخصیص (علماء) کے نزدیک جائز ہے۔

(منتہی الوصول والامل فی علمی الاصول والجدل ص ۱۱۹)

آمدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) فرماتے ہیں:

" **تخصيص السنة بالسنة جائز عندالأكثرين** "

اکثر علماء کے نزدیک سنت کی تخصیص سنت کے ساتھ جائز ہے۔

(الاحکام فی اصول الاحکام: ۲/۳۷۵)

اور فرماتے ہیں:

" **يجوز تخصيص عموم القرآن بالسنة** "

اور قرآن کے عموم میں تخصیص سنت کے ساتھ جائز ہے۔ (الاحکام: ۲/۳۴۷)



بلکہ فیصلہ کن بات لکھتے ہیں:

" وأما إذا كانت السنة من أخبار الآحاد فمذهب الأئمة الأربعة جوازه "

اگر (عموم قرآن کی تخصیص کرنے والی) سنت خبر واحد ہو تو ائمۂ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے۔ (الاحکام: ۲/۳۴۷)

متاخرین میں سے شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) کہتے ہیں:

" اتفق أهل العلم سلفاً وخلفاً علٰى أن التخصيص للعمومات جائز "

اس بات پر سلف وخلف کے علماء کا اتفاق ہے کہ عمومات کی تخصیص جائز ہے۔

(ارشاد الفحول ص ۱۴۳)

نیز دیکھئے نماز مدلل ص ۹۳ مصنفہ فیض احمد ککروی۔

لہٰذا ان سابقہ عام "دلائل" کو فاتحہ کے خلاف پیش کرنا غلط، مردود اور بے اصولی ہے۔ جب خاص عام پر مقدم ہوتا ہے تو پھر عام کو کیوں خاص کے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے۔ مزید تحقیق کے لئے دیکھئے توضیح الکلام (۲/۱۱۸) غیث الغمام (ص ۲۷۷) مانعین فاتحہ پانچ صریح روایات بھی پیش کرتے ہیں جن میں ایک بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ساری کی ساری مردود ہیں۔

۱: عبدالرحمٰن بن إسحاق عن سعيد المقبري عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: كل صلٰوة لا يقرأ فيها بأم الكتاب فهي خداج إلا صلٰوة خلف إمام " (کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۷۱، احسن الکلام: ۱/۲۳۹)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی بالاتفاق ضعیف ہے۔

دیکھئے تہذیب التہذیب: ۶/۱۲۴ ح ۲۸۴

اس عبدالرحمٰن سے مراد عبدالرحمٰن بن اسحاق، المدنی لینا غلط ہے، راوی کا تعین درج ذیل امور سے ہوتا ہے:

۱: روایت کی دوسری سند میں صراحت آجائے (یہ روایت صرف اسی کتاب میں ہے اور کہیں نہیں ہے)

۲: روایت کا راوی صراحت کردے (ابو عبداللہ الحاکم نے الواسطی پر جرح نقل کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ راویِ مذکور عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی ہے)

۳: محدثین صراحت کریں (امام حاکم محدثین میں مشہور محدث ہیں، کسی نے ان کی صراحت کی مخالفت نہیں کی)

۴: راوی اور مروی عنہ کا شہر و علاقہ ایک ہی ہو۔ (عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی اور خالد بن عبداللہ دونوں واسط کے رہنے والے ہیں)

۵: راوی کے استادوں کو دیکھا جائے۔ (سعید المقبری: عبدالرحمٰن بن اسحاق الواسطی کا استاد ہے، دیکھئے کتاب المجروحین لابن حبان: ۵۴/۲)

۶: راوی کے شاگردوں کو دیکھا جائے۔ (سعید المقبری کے شاگردوں میں الواسطی کا ذکر نہیں ملا)

تنبیہ: تہذیب الکمال میں سعید المقبری کے شاگردوں میں عبدالرحمٰن بن اسحاق المدنی کا ذکر ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ اوپر والے دلائل کے خلاف عبدالرحمٰن سے المدنی مراد لیتے ہیں حالانکہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ تہذیب الکمال میں تمام شاگردوں کا استیعاب نہیں کیا گیا، احمد بن عبدالرحمٰن بن بکار ایک راوی ہے جس سے محمد بن نصر المروزی نے روایت بیان کی ہے۔ (کتاب الصلوٰۃ للمروزی: ح ۹۴۵)

حالانکہ تہذیب الکمال (۱۸۸/۱) و تہذیب التہذیب وغیرہما میں اس کے شاگردوں میں مروزی کا نام مذکور نہیں ہے، کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ احمد بن عبدالرحمٰن بن بکار کے شاگرد نہیں ہیں۔

۷: دیگر قرائن دیکھے جائیں (یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے کہ عبدالرحمٰن سے مراد المدنی ہی ہے)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ امین اوکاڑوی و یونس نعمانی وغیر ہما کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ عبدالرحمٰن سے مراد یہاں صرف المدنی ہی ہے الواسطی نہیں ۔ یہاں پر دوسرا نکتہ یہ ہے کہ امام بیہقی نے فضیل بن عبدالوہاب کی مکمل روایت ذکر نہیں کی بلکہ محمد بن خالد بن عبداللہ الواسطی کی روایت مکمل مع سند و متن ذکر کی ہے، محمد بن خالد هذا :ضعيف (تقریب التہذیب: ۵۸۴۶) بلکہ متروک الحدیث ہے (تحریر تقریب التہذیب : ۲۳۵/۳) جولوگ کہتے ہیں کہ فضیل بن عبدالوہاب کی روایت کے الفاظ من وعن یہی ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ فضیل مذکور کی مکمل روایت مع سند و متن پیش کریں ۔

۲: وهب بن كيسان عن جابر رفعه قال :كل صلوٰة لا يقرأ ...... إلخ

(کتاب القراءت:ص۱۳۶، احسن الکلام:۲۹۴/۱)

اس کا راوی ابوسعید محمد بن جعفر الخصیب الہروی نامعلوم ہے ۔ امام ابوعبداللہ بن یعقوب نے اس روایت کے بارے میں فرمایا:" هذا كذب " یہ (حدیث) جھوٹ ہے ۔

(کتاب القراءت للبیہقی:ص۱۳۷ح۳۵۱ وفی نسخہ ص۱۶۱)

۳: عن علي بن كيسان عن ابن أبي مليكة عن ابن عباس رفعه كل صلوٰة إلخ (کتاب القراءت ص۱۳۷، احسن الکلام ۲۹۶/۱)

یہ روایت موضوع ہے ۔ بالویہ بن محمد بن بالویہ ابوالعباس المرزبانی ، ابوالعباس محمد بن شاذل بن علی ، اسماعیل بن ابراہیم اور علی بن کیسان چاروں کے حالات نامعلوم ہیں ۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ موضوع حدیث کی پہچان یہ بتاتے ہیں کہ اس کے سارے راوی ثقہ ہوتے ہیں، سوائے ایک کے ۔

٤: عن بلال قال :أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم ...... إلخ

(کتاب القراءت ص۱۷۵، احسن الکلام:۲۹۷/۱)

امام حاکم نے فرمایا: یہ باطل ہے ۔ (کتاب القراءت:ص۱۷۶ح۴۴۱، وفی نسخہ:۲۰۰)

احمد بن محمد الـ... المؤدب متہم ہے ۔ (لسان المیزان:۲۸۳/۱)

احمد بن عبدالرحمٰن السرخسی کے حالات نامعلوم ہیں، اسماعیل بن الفضل کذاب ہے۔

(ذیل اللالی الموضوعۃ ص ۱۱۳)

اس میں دیگر علتیں بھی ہیں۔

۵: عن جابر بن عبدالله رفعه :من صلّى ركعة ...... إلخ

(معانی الآثار: ۱/ ۲۱۸، دارقطنی: ۱/ ۱۲۴، احسن الکلام: ۲/ ۶۲)

ابن عبدالبر نے کہا: یہ صحیح نہیں ہے۔ (الاستذکار: ۲/ ۱۹۲)

یحییٰ بن سلام جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، اس پر حاکم، طحاوی، دارقطنی، ابن حجر، ہیثمی اور ذہبی رحمہم اللہ نے جرح کی۔ اس کی اس روایت میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ثقہ شاگردوں کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ روایت منکر ہے۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ مانعینِ فاتحہ کے پاس منع فاتحہ کے بارے میں ایک بھی صحیح یا حسن روایت نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ فاتحہ سے منع فرمایا تھا۔ لہٰذا خاص اور صحیح دلیل کی وجہ سے ہر شخص چاہے امام ہو یا مقتدی یا منفرد، ہر نماز اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ حنفیہ و دیوبندیہ و بریلویہ کے نزدیک اگر کوئی شخص (امام یا منفرد) فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں جان بوجھ کر سورۂ فاتحہ نہ پڑھے بلکہ چپ کھڑا رہے یا تسبیح پڑھتا رہے تو اس کی نماز بالکل صحیح اور کامل ہے۔ دیکھئے قدوری ص ۲۲، ۲۳، ط ۱۳۱۱، ہدایہ اولین: ۱/ ۱۴۸، فتح القدیر: ۱/ ۳۹۵، بہشتی زیور: ص ۱۶۳ حصۂ دوم ص ۱۹، باب ہفتم مسئلہ نمبر ۷ وغیرہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آخری دو رکعتوں میں ان لوگوں کے نزدیک سورۃ فاتحہ نہ امام پر واجب ہے اور نہ منفرد پر، لہٰذا مقتدی بے چارہ کس حساب و کتاب میں ہے۔ اس کے بعد والے باب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے۔ وما علینا إلا البلاغ



کاندھلوی صاحب اور فاتحہ خلف الامام

جب مسلمانوں کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿ فان تنازعتم في شيء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر ﴾

پس اگر تمھارے درمیان کسی چیز میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ (النسآء: ۵۹)

اللہ کی طرف پھیرنے کا مطلب اس کی کتاب کی طرف رجوع کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیرنے سے مراد آپ ﷺ کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

(دیکھئے زاد المسیر فی علم التفسیر لابن الجوزی ۲/۱۱۷ نقلہ عن الجمہور)

اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں دن اور رات میں ہر مسلمان پر فرض کی ہیں اور نبی ﷺ نے ان کا پورا پورا طریقہ بھی بیان فرما دیا ہے تاکہ جو زندہ رہے دلیل دیکھ کر جئے اور جو مرے دلیل دیکھ کر مرے۔ نماز میں سورۂ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ اختلافی ہے، اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، راقم الحروف نے اس موضوع پر صحیح احادیث عند الجمہور کی روشنی میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ امام کے پیچھے جہری اور سری دونوں نمازوں میں فاتحہ اپنے دل میں خفیہ ضرور پڑھنی چاہئے۔ یہ مختصر رسالہ ابھی تک غیر مطبوعہ ہے تاہم اس کا اکثر حصہ اس کتاب (الکواکب الدریہ) میں ضم کر دیا گیا ہے۔ والحمد للہ

امام ترمذی رحمہ اللہ فاتحہ خلف الامام کی ایک حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

" والعمل على هذا الحديث في القراءة خلف الامام عند اكثر أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين وهو قول مالك بن

أنس وابن المبارك وأحمد و إسحاق يرون القراءة خلف الإمام"

(فاتحہ خلف الامام کی) اس حدیث پر امام کے پیچھے قراءت کرنے میں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا عمل ہے اور یہی قول امام مالک، ابن مبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق (بن راہویہ) رحمہم اللہ کا ہے۔ یہ قراءت خلف الامام کے قائل تھے۔ (۱/۷۰،۷۱ مع العرف الشذی تحت ح ۳۱۱)

اس کے برعکس ایک غیر اہل حدیث حبیب الرحمٰن کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ مسئلہ کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی قراءت کی جائے یا نہیں، دورِ صحابہ سے مختلف فیہ رہا ہے جہاں کچھ صحابہ سری نمازوں میں قراءت فاتحہ کے قائل تھے، وہاں ان کی اکثریت اس کی قطعاً منکر ہے، یہی صورت حال تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی رہی، ائمۂ فقہاء میں سے امام شافعی کے علاوہ کوئی بھی جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا قائل نہیں اور امام شافعی کے بارے میں بھی اختلاف ہے، ایسی صورت میں ان لوگوں کی نمازوں کو باطل قرار دینا جو امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں ہیں ایک بدترین جہالت ہے۔ اس سے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی نمازوں کا بطلان لازم آتا ہے اور اگر خدانخواستہ صحابہ کی نمازوں کو باطل قرار دیا جائے تو صحابۂ کرام دین کے لئے قطعاً نمونہ باقی نہ رہیں گے جس سے تمام دین کا وجود ہی باطل ہو جائے گا اور یہ محال ہے" (فاتحہ خلف الامام ص ۳)

کاندھلوی صاحب اس عبارت میں متعدد جہالتوں، خیانتوں اور کذب بیانیوں کے مرتکب ہوئے ہیں:

۱: ان کا کہنا "کچھ سری نمازوں میں...... وہاں ان کی اکثریت...... منکر ہے" امام ترمذی کے اس قول کے خلاف ہے جو اوپر ذکر ہوا ہے کہ اکثر صحابہ (فاتحہ کی) قراءت خلف الامام کے قائل تھے، امام ترمذی کے اس قول کی تائید آگے آرہی ہے جہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ثابت شدہ آثار فاتحہ خلف الامام کے بارے میں پیش کئے گئے ہیں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ اور

دیگر صحابہ جہری نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل وفاعل تھے۔ (دیکھئے نمبر ۱، ۲، ۶) اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی فاتحہ خلف الامام کی ممانعت ثابت نہیں ہے، حافظ ابن عبدالبر نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھی اس کی نماز مکمل ہے اسے دوبارہ لوٹانے کی کوئی ضرورت نہیں (فتاوی السبکی: ص ۱۴۸ بحوالہ توضیح الکلام: ۱/۵۵) حافظ ابن حبان نے بھی اسی اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ (المجروحین: ۲/۳)

امام بغوی فرماتے ہیں:

''صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سری اور جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کی فرضیت کی قائل ہے۔ یہی قول سیدنا عمر، عثمان، علی، ابن عباس، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے منقول ہے'' (شرح السنۃ: ج ۳ ص ۸۴، ۸۵)

۲: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حسن بصری، سعید بن جبیر، میمون بن مہران رحمہم اللہ اور بے شمار تابعین اور دیگر اہل علم حضرات قراءۃ خلف الامام کے قائل تھے، خواہ نماز جہری ہی کیوں نہ ہو''

(جزء القراءت: ص ۵، توضیح الکلام: ۱/۵۳)

محدث ارشاد الحق اثری صاحب فرماتے ہیں:

''تابعین کرام ہی میں حضرت مکحول، عروہ بن الزبیر، شعبی، مجاہد، قاسم بن محمد، ابوالملیح، عبیداللہ بن عبداللہ، زہری، سعید بن المسیب، حکم بن عتیبہ رحمہم اللہ بھی فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے، بعض ان میں سے سری اور جہری دونوں نمازوں میں اور بعض صرف سری میں جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی''

(توضیح الکلام: ص ۵۳، نیز دیکھئے: ۱/۵۲۹ تا ص ۵۵۹)

لہٰذا ثابت ہوا کہ کاندھلوی صاحب اپنے قول ''یہی صورت حال تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی رہی'' میں صادق نہیں ہیں، ان کا یہی ایک مغالطہ ان کی عدالت ساقط کرنے کے لئے کافی ہے۔

امام اوزاعی، ابوثور، لیث بن سعد اور ایوب السختیانی وغیرہ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ (الاعتبار للحازمی ص ۹۹، امام الکلام: ص ۳۰، شرح السنۃ ح ۸۵۳، تفسیر قرطبی: ج ا ص ۱۱۹، بحوالہ توضیح الکلام: ۱/۵۳) اور یہ اتباع التابعین میں سے تھے (رحمہم اللہ اجمعین)

۳: کاندھلوی صاحب نے کہا:

''ائمۂ فقہاء میں سے امام شافعی کے علاوہ کوئی بھی جہری نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا قائل نہیں......'' (فاتحہ خلف الامام: ص ۳)

جبکہ مشہور مفسر قرطبی لکھتے ہیں:

''امام شافعی جیسا کہ ان سے بویطی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فاتحہ کے بغیر کسی کی نماز جائز نہیں، یہاں تک کہ اسے ہر رکعت میں پڑھے۔ امام ہو یا مقتدی، امام بلند آواز سے پڑھے یا آہستہ......''

(تفسیر قرطبی: ۱/۱۱۹ امام توضیح الکلام: ج ا ص ۶۷، نیز دیکھئے الفتاوی الکبریٰ لشیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۲/۱۴۳، مجموع فتاوی: ۲۳/۳۲۷، مغنی ابن قدامہ: ۱/۶۰۵)

سنن ترمذی میں ہے:

''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے باوجود قراءۃ خلف الامام کو پسند کیا ہے (اور یہ) کہ آدمی سورۂ فاتحہ نہ چھوڑے اگرچہ امام کے پیچھے ہی کیوں نہ ہو''

(۱/۷۱ مع العرف الشذی ح قبل ۳۱۳، وتوضیح الکلام: ۱/۹۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ کاندھلوی صاحب کا دعویٰ حقیقت کے خلاف ہے۔

۴: کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں:

''ایسی صورت میں ان لوگوں کی نمازوں کو باطل...... بدترین جہالت ہے''

(فاتحہ خلف الامام: ص ۳)

تو عرض یہ ہے کہ اہل حدیث علماء میں سے کوئی بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ وغیرہم کی نمازوں کو باطل نہیں کہتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ

اہل حدیث کے نزدیک فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی کیونکہ ان کے امام محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب'' جبکہ متعدد غیر اہل حدیث اشخاص نے فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں کی نمازوں کو باطل قرار دیا ہے۔

فرقۂ حنفیہ کے امام سرخسی کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''خلف الامام فاتحہ پڑھنے والوں کی نماز متعدد صحابہ (دعویٰ بلا دلیل) کے اقوال کے مطابق فاسد ہو جاتی ہے۔ عبداللہ البلخی نے کہا: اس کا منہ مٹی سے بھر دینا چاہئے اور یہ بھی کہا کہ اس کے دانت توڑ دینا مستحب ہے۔'' (امام الکلام: ص ۴۰، بحوالہ توضیح الکلام: ۱/۴۱ باختلاف یسیر)

اسی طرح حصکفی حنفی لکھتا ہے:

''درر البحار میں مبسوط خواہر زادہ سے منقول ہے کہ اس کی نماز باطل ہے اور وہ فاسق ہے۔'' (درمختار: ج ۱ ص ۵۴۴، ۵۵۵، بحوالہ توضیح الکلام: ص ۴۱ باختلاف یسیر)

تقریباً ایسا ہی ''السروجی'' سے منقول ہے۔ (عینی شرح ہدایہ: ۱/۱۲۷)

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ان فتووں کی زد میں اکثر صحابہ (عمر اور ابو ہریرہ وغیرہما رضی اللہ عنہم اجمعین) اور تابعین ومن بعد ہم نہیں آجاتے؟ کیا آپ ان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ کی نمازوں کو باطل وفاسد قرار دیں گے؟

عرض ہے کہ راقم الحروف نے اس مختصر مضمون میں فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں صحابہ کے صرف وہی آثار نقل کئے ہیں جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن لذاتہ ہیں اور جن کا ہر راوی یا تو ثقہ بالاجماع ہے اور یا جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے۔ جرح وتعدیل اور تصحیح و تضعیف میں جمہور ائمۂ حدیث کا دامن قطعاً نہیں چھوڑا گیا اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ فاتحہ خلف الامام پر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا عمل تھا بلکہ کسی صحابی نے بھی فاتحہ خلف الامام سے منع نہیں کیا اور نہ کسی مجوزِ فاتحہ کی نماز کو باطل کہا، لہٰذا تقلید پرستوں کی وہ پارٹی جو ہر وقت سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ ثابت کرنے میں مصروف ہے، اپنے اس دعوے میں، کہ یہ مسئلہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف ہے، قطعاً جھوٹی ہے لہٰذا عامۃ المسلمین کو اس پارٹی



کی کذب بیانیوں اور مغالطہ دہیوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

مسئلۂ فاتحہ خلف الامام اور آثارِ صحابہ

اس مختصر مضمون میں صحابۂ کرام کے وہ اقوال وافعال پیش کئے جاتے ہیں جو بلحاظ سند بالکل صحیح یا حسن لذاتہ ہیں۔

علامہ محی الدین یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۷ھ) لکھتے ہیں:

" ثم الحسن كالصحيح في الإحتجاج به وإن كان دونه في القوة ولهٰذا أدرجته طائفة في نوع الصحيح "

یعنی: حجت پکڑنے میں حسن (لذاتہ حدیث) صحیح کی طرح ہے اگرچہ قوت میں اس سے کم ہوتی ہے اور اسی لئے ایک گروہ نے اسے صحیح کی قسم میں شمار کیا ہے۔

(التقریب فی اصول الحدیث ص ۴۷، واللفظ لہ، تدریب الراوی: ۱/۱۶۰، نیز دیکھئے قواعد التھانوی فی علوم الحدیث: ص ۴۹)

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے نماز میں چاہے سری ہو یا جہری امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی ممانعت قطعاً ثابت نہیں ہے بلکہ امت کی یہ سب سے بہترین جماعت فاتحہ خلف الامام کی قائل و فاعل تھی۔ لہٰذا خواہ مخواہ کی منطقی موشگافیوں، مغالطوں اور کذب بیانیوں سے حق چھپایا نہیں جا سکتا۔ سب سے پہلے خلیفۂ ثانی، امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا فاروقی حکم ملاحظہ فرمائیں۔

① خلیفۂ راشد امیر المؤمنین عمر الفاروق رضی اللہ عنہ

امام ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری (متوفی ۴۰۵ھ) نے کہا:

" أما حديث عمر فحدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب: ثنا أحمد ابن عبدالجبار: ثنا حفص بن غياث وأخبرنا أبو بكر بن إسحاق: أنبأ إبراهيم بن أبي طالب: ثنا أبو كريب: ثنا حفص عن أبي إسحاق

الشيباني عن جواب التيمي (و)إبراهيم بن محمد بن المنتشر عن الحارث بن سويد عن يزيد بن شريك أنه سأل عمر عن القراء ة خلف الإمام فقال:اقرأ بفاتحة الكتاب ، قلت :وإن كنت أنت ؟ قال فإن كنت أنا ، قلت وإن جهرت ؟ قال :وإن جهرت "

یزید بن شریک (تابعی) سے روایت ہے کہ انھوں نے عمر رضی اللہ عنہ سے قراءت خلف الامام کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: فاتحہ پڑھ، تو میں (یزید) نے کہا: اور اگر آپ ہوں تو؟ فرمایا: اور اگر میں ہوں (تو بھی پڑھ) میں (یزید) نے پوچھا: اگر آپ قراءت بالجہر کر رہے ہوں؟ تو فرمایا: اور اگر میں جہر سے پڑھوں (تو بھی پڑھ)

(المستدرک علی الصحیحین: ۲۳۰/۱ ح ۸۷۳، وعنہ البیہقی فی السنن الکبریٰ: ۱۶۷/۲، وفی کتاب القراءت خلف الامام: ص۹۱ حدیث ۱۸۸، ۱۸۹)

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

جزء القراءت للبخاری (ص۱۵ ح۴۹ وفی نسخۃ ص: ۳۳)، التاریخ الکبیر للبخاری (۳۴۰/۸)، مصنف عبدالرزاق (۱۳۱/۲ ح ۲۷۷۶)، (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۷۳/۱ ح ۳۷۴۸)، سنن دارقطنی: (۳۱۷/۱ ح ۱۱۹۷-۱۱۹۸)، السنن الکبریٰ للبیہقی وکتاب القراءت لہ معانی الآثار للطحاوی (۲۱۸/۱، ۲۱۹)

امام ابوالحسن الدارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے کہا:

" هذا إسناده صحيح "

اور کہا" رواته كلهم ثقات " اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

امام حاکم نے صحیح قرار دیا (المستدرک) اور امام شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ) نے کہا: "صحیح" (تلخیص المستدرک)

علماء کی اس واضح تصحیح کے بعد اس سند کے راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱: یزید بن شریک التیمی الکوفی:

ابن معین نے کہا: ثقة (الجرح والتعدیل: ۹/ ۲۷۱)

کتب ستہ کا راوی ہے، ذہبی نے کہا: ثقة (الکاشف: ۳/ ۲۴۵)

۲: الحارث بن سوید التیمی:

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة (الجرح والتعدیل: ۳/ ۷۵)

کتب ستہ کا راوی ہے، ذہبی نے کہا: ''ثقة رفیع الذکر'' (الکاشف: ۱/ ۱۳۸)

۳: ابراہیم بن محمد بن المنتشر الہمدانی الکوفی:

امام احمد بن حنبل نے کہا: ثقة صدوق، ابوحاتم نے کہا: ثقة صالح (الجرح والتعدیل: ۲/ ۱۲۴) کتب ستہ کا راوی ہے اور حافظ ذہبی نے کہا: ''ثقة قانت لله، نبیل'' (الکاشف: ۱/ ۴۶) اس کی متابعت جواب التیمی نے کی ہے۔ جواب التیمی امام ابوحنیفہ وغیرہ کا استاد اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: ''صدوق، رمي بالإرجاء'' (تقریب التہذیب: ۹۸۴)

جواب اس روایت میں تنہا نہیں ہے بلکہ ابراہیم بن محمد اس کا متابع ہے، لہٰذا اس روایت میں جواب التیمی پر ہر قسم کا اعتراض مردود ہے۔

۴: ابواسحاق سلیمان بن ابی سلیمان الشیبانی:

ابن معین نے کہا: ثقة، ابوحاتم نے کہا: صدوق ثقة صالح الحدیث (الجرح والتعدیل: ج ۴ ص ۱۳۵) کتب ستہ کا راوی ہے اور حافظ ابن حجر نے کہا: ثقة (التقریب: ۲۵۶۸)

۵: حفص بن غیاث النخعی:

ابن معین نے کہا: ثقة (الجرح والتعدیل: ج ۳ ص ۱۸۵) کتب ستہ کا راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ اور مدلس ہے، ہشیم وغیرہ نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ انوار خورشید

دیوبندی صاحب اپنی کتاب کے ''سخن گفتنی'' میں شرط لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جو صاحب جواب لکھیں وہ تدلیس، ارسال، جہالت، ستارت جیسی جرحیں نہ کریں کیونکہ اس قسم کی جرحیں متابعت اور شواہد سے ختم ہو جاتی ہیں''

(حدیث اور اہلحدیث: ص ۴)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک اگر مدلس کی (معتبر) متابعت مل جائے تو تدلیس کا الزام، اس روایت میں ختم ہو جاتا ہے، لہٰذا ہشیم کی مصرح بالسماع متابعت کے بعد حفص بن غیاث کی اس روایت پر تدلیس کا الزام لگانا غلط ہے۔ یاد رہے کہ انوار خورشید دیوبندی صاحب کی پیش کردہ اکثر روایات میں نہ متابعت ہے اور نہ معتبر شواہد ہیں۔ مثلاً:

انوار خورشید دیوبندی نے ترکِ رفع الیدین کی دلیل کے طور پر آٹھ دفعہ'' سفيان الثوري عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة :قال قال عبدالله بن مسعود إلخ'' والی روایت پیش کی ہے۔

(حدیث اور اہلحدیث: ص ۳۹۴ ح ۷ تا ص ۳۹۷ ح ۱۴)

سفیان ثوری مدلس ہیں اور ان کی متابعت، دنیا کی کسی کتاب میں نہیں ہے۔

تنبیہ (۱): کتاب العلل للدارقطنی (۱۷۲/۵ مسئلہ: ۸۰۴) میں بغیر کسی سند کے ابوبکر النہشلی اور ابن ادریس کی مجمل (بغیر ذکرِ متن کے) متابعت مذکور ہے، لیکن یہ دونوں حوالے بے سند و بے متن ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

تنبیہ (۲): جامع المسانید للخوارزمی (۳۵۵/۱) کی موضوع روایت ''أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن الأسود ''إلخ کی سند علیحدہ سند ہے، اس علیحدہ سند کا بنیادی راوی ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری: کذاب ہے۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۴۹۶/۲) ولسان المیزان (۳۴۸/۳، ۳۴۹) حفص سے یہ روایت ابو کریب محمد بن العلاء وغیرہ نے بیان کی ہے، حفص سے ابو کریب کی روایت صحیح مسلم میں ہے۔

(تہذیب الکمال للحافظ المزی: ج ۷ ص ۵۹)

لہذا یہ ثابت ہوا کہ یہ روایت حفص کے تغیر واختلاط سے پہلے کی ہے، اسی وجہ سے معتدل امام دارقطنی وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، ہشیم اور سفیان ثوری نے ان کی متابعت کر رکھی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۳۷۳ ح ۳۷۴۸، جزء القراءت للبخاری: ح ۵۱)

۶: ابو کریب محمد بن العلاء الہمدانی:

امام ابو حاتم نے کہا: صدوق (الجرح والتعدیل: ج ۸ ص ۵۲) کتب ستہ کا راوی ہے، حافظ ابن حجر نے کہا: "ثقة، حافظ" (تقریب التہذیب: ۶۲۰۴)

۷: ابراہیم بن ابی طالب النیسابوری:

امام ابن ناصر الدین نے کہا: هو ثقة (شذرات الذہب: ج ۲ ص ۲۱۸)

حافظ ذہبی نے کہا:

" الإمام الحافظ المجود، الزاهد شيخ نيسابور وإمام المحدثين في زمانه " (سیر اعلام النبلاء: ۱۳/۵۴۷)

اور کہا: أحد أركان الحديث (العبر فی خبر من غبر: ج ۱ ص ۴۲۸)

الحاکم والذہبی کا اس حدیث کو صحیح کہنا اس کی توثیق ہے۔

۸: ابو بکر احمد بن اسحاق الفقیہ:

امام ابو عبداللہ الحاکم نے کہا: " كان عالماً بالحديث والرجال والجرح والتعديل وفي الفقه كان المشار إليه في وقته ثقة مأمون ، (الارشاد للخلیلی: ۳/۸۴۰)

ہو سکتا ہے یہ قول امام خلیلی کا ہو، واللہ اعلم، حافظ ذہبی نے کہا:

"الإمام العلامة المفتي المحدث شيخ الإسلام" (النبلاء: ۱۵/۴۸۳)

۹: امام ابو عبداللہ الحاکم صاحب المستدرک کا ثقہ وصدوق ہونا کسی صاحب علم پر مخفی نہیں ہے، اہل السنۃ کے مشہور امام حافظ ذہبی نے کہا:

" الإمام الحافظ الناقد العلامة شيخ المحدثين " (النبلاء: ۱۷/۱۶۳)



اور کہا:

" إمام صدوق لكنه يصحح في مستدرك أحاديث ساقطة ويكثر من ذلك فما أدري هل خفيت عليه فما هو ممن يجهل ذلك وإن علم فهٰذه خيانة عظيمة ثم هو شيعي مشهور بذلك من غير تعرض للشيخين "

امام صدوق ہے لیکن اپنی کتاب مستدرک میں کثرت سے (درجۂ صحت سے) گری ہوئی احادیث کو صحیح کہتا ہے، مجھے یہ علم نہیں کہ یہ روایات اس پر مخفی رہیں، ورنہ وہ ایسا تو نہیں کہ اسے یہ روایات معلوم نہ ہوں، اور اگر اسے علم تھا تو یہ عظیم خیانت ہے، پھر وہ مشہور شیعہ ہے، لیکن شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو برا نہیں کہتا۔

(میزان الاعتدال: ۶۰۸/۳)

مستدرک والی احادیث میں امام حاکم کا عذر یہ ہے کہ انھوں نے اختلاط کے بعد ان احادیث پر صحت کا حکم لگایا ہے، لہٰذا یہاں علم یا عدم علم والی بات نہیں ہے بلکہ مسئلہ صرف اختلاط کا ہے، پس امام حاکم معذور ہیں، ان پر شیعہ ہونے کا الزام بھی محل نظر ہے، امام حاکم نے اپنی کتاب المستدرک میں ابوبکر صدیق، عمر فاروق، ذوالنورین عثمان (۳/۶۱ - ۱۰۷) ابوسفیان (۲۵۴/۳) مغیرہ بن شعبہ (۴۴۷/۳) عمرو بن العاص (۴۵۲/۳) اور ابو ہریرہ (۵۰۷/۳) رضی اللہ عنہم کے مناقب لکھے ہیں، کیا دنیا میں کوئی ایک شیعہ بھی ان صحابۂ کرام کے مناقب کا قائل ہے؟

حافظ ذہبی نے امام حاکم کے ساتھ: "صــح" (ایضاً) کا اشارہ لکھا ہے، یعنی عمل اس کی توثیق پر ہے اور اس پر ہر قسم کی جرح مردود ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان: ۱۵۹/۲ ترجمۃ الحارث بن محمد بن ابی اسامہ، اور ۲۶۷/۷ بعد ترجمۃ الولید القرطبی فی الالقاب رقم: ۲۱۵۱)

مستدرک کی دوسری سند میں احمد بن عبدالجبار ضعیف ہے، لیکن یہ ہمیں بالکل مضر نہیں کیونکہ ابوکریب (ثقہ) عبداللہ بن نوفل (وثقہ الدارقطنی) اور عبداللہ بن سعید الاشج وغیرہم



نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ خلیفۂ راشد کا یہ فتویٰ صحیح ثابت ہے اور اس کے خلاف ان سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے، خلیفۂ رابع امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی ظہر و عصر کی نمازوں میں فاتحہ خلف الامام کا حکم مروی ہے جسے امام دارقطنی، امام حاکم، امام بیہقی اور حافظ ذہبی رحمہم اللہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے سنن دارقطنی: ۱/۳۲۲ ح ۱۲۱۹، المستدرک: ۱/۲۳۹ ح ۸۷۴، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۱۶۸ ح ۱۹۶-۱۹۵، جزء القراءت للبیہقی: ص ۹۲، ۹۴)

اگرچہ اس کے تمام راوی صحیحین کے راوی ہیں مگر یہ سند امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ ان پر تدلیس کا الزام ثابت ہے لہٰذا اس اثر کے ذکر کرنے سے اجتناب کر رہا ہوں کیونکہ یہ میری شرط پر نہیں ہے۔ واللہ اعلم

۲: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

مشہور جلیل القدر، فوق الثقة، المفتي المجتهد الفقيه اور حافظ صحابی ہیں، ان سے محبت ایمان کی علامت ہے۔ رضی اللہ عنہ

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من صلّى صلوة لم يقرأ فيها بأم القرآن فهي خداج ثلاثاً غير تمام فقيل لأبي هريرة: إنا نكون وراء الإمام؟ فقال: اقرأ بها في نفسك ...... إلخ"

جس نے کوئی ایک نماز پڑھی جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ ناقص ہے پوری نہیں ہے، یہ بات آپ نے تین دفعہ دہرائی تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو انھوں نے کہا: اپنے دل میں (خفیہ، سراً) پڑھ..الخ

(۱/۱۶۹ ح ۳۹۵)

چونکہ صحیح مسلم کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے لہٰذا راویوں کی توثیق نقل کرنا ضروری نہیں ہے۔



مسند الحمیدی (ح ۹۸۰) میں ہے:

" ثنا سفيان و عبدالعزيز الدراوردي وابن أبي حازم عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال :((كل صلوة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب فهي خداج فهي خداج)) قال عبدالرحمٰن : فقلت لأبي هريرة فإني أسمع قراء ة الإمام فغمزني بيده فقال :يا فارسي أو قال :يا ابن الفارسي اقرأ بها في نفسك "

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے پس وہ ناقص ہے، پس وہ ناقص ہے۔ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں امام کی قرات سن رہا ہوتا ہوں؟ تو انھوں نے مجھے اپنے ہاتھ سے جھٹکا اور فرمایا: اے فارسی (یا فارسی زادے) اپنے جی میں پڑھ۔

(اس کے سارے راوی صحیح مسلم کے ہیں اور اسے ابوعوانہ الاسفرائنی نے المستخرج علی صحیح مسلم :۲/۳۸، میں ابواسماعیل الترمذی قال: ثنا الحمیدی کی سند سے روایت کیا ہے)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے جزء القراءت میں کہا:

" وحدثنيه محمد بن عبيدالله قال :حدثنا ابن أبي حازم عن العلاء عن أبيه عن أبي هريرة قال :إذا قرأ الإمام بأم القرآن فاقرأ بها واسبقه فإنه إذا قال ولا الضالين قالت الملائكة آمين ، من وافق ذلك قمن أن يستجاب لهم "

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب امام سورۂ فاتحہ پڑھے تو تم بھی پڑھو اور اسے امام سے پہلے ختم کرلو، پس بے شک وہ جب "ولا الضآلین" کہتا ہے تو فرشتے آمین کہتے ہیں جس کی آمین اس کے موافق ہوگئی تو وہ اس کے لائق ہے کہ اسے قبول کرلیا جائے۔ (ص ۵۶، ح ۲۳۷ ص ۶۶ ح ۲۸۳)

اس سند کے تمام راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں، سوائے ابو ثابت محمد بن عبید اللہ المدنی کے، وہ صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ حافظ ہیں، دیکھئے تہذیب التہذیب وغیرہ، لہٰذا یہ سند صحیح ہے۔ مشہور حنفی "محقق" محمد بن علی النیموی (متوفی ۱۳۲۲ھ) اس اثر کے بارے میں لکھتے ہیں: "وإسناده حسن" (آثار السنن ص۱۰۶ ح۳۵۸)

محدث ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں:

"یہ اثر اس بات کی صریح دلیل ہے کہ حضرت ابو ہریرہ جہری میں بھی مقتدی کو فاتحہ پڑھنے کا حکم دیتے تھے جس سے فی نفسہ کی وہ تمام تاویلیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں جنھیں سرفراز صاحب نے پیش کیا ہے" (توضیح الکلام: ۱/۴۹)

۳: سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ

آپ کی بیان کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار ایک سو ستر (۱۱۷۰) ہے، حافظ ذہبی نے آپ کے بارے میں کہا:

" الإمام المجاهد ، مفتي المدينة وكان أحد الفقهاء المجتهدين "

(سیر اعلام النبلاء: ۳/۱۶۸، ۱۶۹)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

" حدثنا مسدد قال: حدثنا يحيى عن العوام بن حمزة المازني قال: حدثنا أبو نضرة قال: سألت أبا سعيد الخدري عن القراءة خلف الإمام؟ فقال: بفاتحة الكتاب "

ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: میں نے ابوسعید الخدری (رضی اللہ عنہ) سے امام کے پیچھے قراءت کا پوچھا؟ تو انھوں نے فرمایا: سورۂ فاتحہ (جزء القراءت: ص۳۰، ۳۱، ح۵۷، وص۵۱ ح۱۰۵)

(یہ روایت الکامل لابن عدی: ج۴ ص ۱۴۳۷، کتاب القراءت للبیہقی: ص۱۰۰ ح ۲۲۴ ص۱۰۱ میں بھی موجود ہے)

اس سند کے تمام راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں سوائے العوام بن حمزہ المازنی کے،

العوام مختلف فیہ راوی ہیں مگر جمہور نے ان کی توثیق کی ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: " **صدوق ربما وهم** "(التقریب:۵۲۱۰)

حافظ ابن حجر لسان المیزان میں ایک راوی پر امام ابن عدی کی گواہی نقل کرتے ہیں:

" **لم أرله متناً منكراً ، ربما يهم وهو حسن الحديث** "

(۶۹/۳ ح ۳۸۶۵، نیز دیکھئے میزان الاعتدال:۱۹۰/۲ ح ۳۴۰۴ ترجمہ سلمہ بن صالح الاحمر)

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ شخص حسن الحدیث ہے، اس سے یحییٰ بن سعید القطان نے یہ روایت بیان کی ہے ایک راوی سالم بن ہلال کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

" **روى عنه يحيى بن سعيد القطان قلت وتكفيه روايته في توثيقه** "

(لسان المیزان:۳/۷ تحت رقم الترجمۃ:۳۶۲۷)

محمد بن علی النیموی اس اثر کے بارے میں لکھتے ہیں: " **إسناده حسن** "

(آثار السنن ص ۱۰۸ تحت ح:۳۵۸ قال فی التعلیق الحسن)

۴: سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

مشہور جلیل القدر صحابی ہیں، حافظ ذہبی نے کہا:

" **الإمام أبو عبدالله الأنصاري الفقيه مفتي المدينة في عصره** "

(تذکرۃ الحفاظ:۴۳/۱)

آپ کی عدالت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

امام ابن ماجہ قزوینی (متوفی ۲۷۳ھ) نے کہا:

" **حدثنا محمد بن يحيى: ثنا سعيد بن عامر: ثنا شعبة عن مسعر عن يزيد الفقير عن جابر بن عبدالله قال: كنا نقرأ في الظهر و العصر خلف الإمام في الركعتين الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة وفي الأخريين بفاتحة الكتاب** " (سنن ابن ماجہ:۶۱/۱ ح ۸۴۳)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ظہر و عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے پہلی دو رکعتوں

میں سورۂ فاتحہ اور ایک (ایک) سورت اور آخری دو رکعتوں میں (صرف) سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے۔ (علامہ سندھی حنفی علامہ البوصیری سے نقل کرتے ہیں: " **هذا إسناد صحيح رجاله ثقات** " حاشیہ ابن ماجہ ص ۲۷۸ جلد ا بحوالہ توضیح الکلام: ۱/ ۵۰۱)

یہ روایت السنن الکبریٰ (۲/ ۱۷۰) اور کتاب القراءت للبیہقی (ص ۱۰۰ ح: ۲۲۸) میں بھی موجود ہے، اس کے کچھ شواہد بھی ہیں۔ اس سند کے تمام راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے ہیں سوائے محمد بن یحییٰ (الذہلی) کے وہ صحیح بخاری اور سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ حافظ جلیل ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۶۳۸۷)

لہٰذا یہ سند امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔ سعید بن عامر جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا: " ثقة " (تاریخ ابن معین بروایۃ عثمان بن سعید الدارمی: ۳۹۵ ص ۱۲۷) جابر رضی اللہ عنہ سے فاتحہ خلف الامام کی ممانعت کہیں ثابت نہیں ہے۔

۵: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

مشہور فقیہ صحابی ہیں۔ ترجمان القرآن اور حبر الامت کے لقب سے ملقب ہیں۔

حافظ ذہبی نے کہا: " **الإمام عالم العصر** " (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۴۰)

امام ابو بکر بن ابی شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) نے کہا:

" **حدثنا وكيع عن إسماعيل بن أبي خالد عن العيزار بن حريث العبدي عن ابن عباس قال: اقرأ خلف الإمام بفاتحة الكتاب** "

(المصنف: ۱/ ۳۷۵ ح ۳۷۷۳)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ۔

یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

شرح معانی الآثار للطحاوی (۱/ ۲۰۶)، السنن الکبریٰ (۲/ ۱۶۹)، کتاب القراءت للبیہقی (ص ۹۶ ح: ۲۰۹، ص ۱۹۸ ح ۴۳۶)

امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے فرمایا: " **وهذا إسناد صحيح لا غبار عليه** "

یعنی یہ سند صحیح ہے اس پر کوئی غبار نہیں ہے۔ (کتاب القراءت: ص ۱۹۸ ح ۴۳۶)

اس سند کے سارے راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ اسماعیل بن ابی خالد نے سماع کی تصریح کر رکھی ہے لہٰذا یہ سند امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، عیزار بن حریث الکندی الکوفی، سیدنا ابن عباس کے شاگرد ہیں (دیکھئے الجرح والتعدیل: ۳۶/۷) اور ابن معین نے کہا: ثقة (حوالہ مذکورہ) اس روایت کے شواہد بھی ہیں اور صحیح میں کفایت ہے۔

۶: سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ

مشہور صحابی ہیں، آپ تمام مواقع وغزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بقی بن مخلد کی مسند میں آپ کی ایک سو اکاسی (۱۸۱) احادیث ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا:

" الإمام القدوة أبو الوليد الأنصاري أحد النقباء ليلة العقبة ومن أعيان البدريين " (النبلاء: ۵/۲)

جنادہ فرماتے ہیں:

''میں عبادہ کے پاس گیا اور آپ اللہ کے دین میں سوجھ بوجھ (تفقہ) رکھتے تھے (رواہ السراج فی تاریخہ وقال الحافظ: ھذا اسناد صحیح، الاصابہ: ۲۶۹/۲) یعنی آپ رضی اللہ عنہ زبردست فقیہ تھے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا:

" حدثنا وكيع عن ابن عون عن رجاء بن حيوة عن محمود بن ربيع قال: صليت صلوٰة وإلٰى جنبي عبادة بن الصامت قال: فقرأ بفاتحة الكتاب قال: فقلت له: يا أبا الوليد ألم أسمعك تقرأ بفاتحة الكتاب؟ قال: أجل أنه لا صلوٰة إلا بها "

سیدنا محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے (امام کے پیچھے) ایک نماز پڑھی اور میرے ساتھ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے سورۂ فاتحہ پڑھی، میں نے ان سے کہا، اے ابوالولید! کیا میں نے آپ کو سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا؟ تو انھوں نے فرمایا:

جی ہاں اور اس کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ (المصنف: ۱/۳۷۵ ح ۳۷۷۰)

(یہ سند بالکل صحیح ہے اور اس کے تمام راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں) یہ روایت درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

السنن الکبریٰ (۲/۱۶۸)، کتاب القراءت (ص۹۴، ۹۵ ح ۲۰۱)، السنن الکبریٰ وغیرہ میں "**یقرأ خلف الإمام**" کی بھی صراحت ہے، یعنی امام کے پیچھے پڑھ رہے تھے، اس کے اور بھی کئی شواہد ہیں، سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

> "بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں۔ خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار کے مقابلے میں" (احسن الکلام: ۲/۴۲ طبع دوم)

میں کہتا ہوں کہ سیدنا عبادہ البدری رضی اللہ عنہ کا یہ عمل اور مذہب نہ تو قرآن کریم کی کسی صریح آیت کے خلاف ہے اور نہ کسی صحیح حدیث کے بلکہ عموم قرآن اور احادیث صحیحہ[۱] کی موید ہیں۔ عبادہ رضی اللہ عنہ حدیث: "**لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**" کے راوی ہیں اور سرفراز صفدر صاحب کو یہ تسلیم ہے کہ راوی اپنی روایت کو سب سے زیادہ جانتا ہے، دوسرے یہ کہ ان کی یہ تحقیق و مذہب کسی ایک صحابی کے خلاف نہیں ہے کجا یہ کہ جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم؟ بلکہ جمہور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو فاتحہ خلف الامام کے قائل و فاعل تھے اور ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں ہے، لہٰذا فاتحہ خلف الامام کے جواز پر گویا اجماع سکوتی ہے۔

سیدنا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ جہری نمازوں میں بھی سورۂ فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے۔

(سنن ابی داود: ۱/۱۲۶ ح ۸۲۴ وقال: الدارقطني: هذا إسناد حسن، سنن دارقطنی: ۱/۳۲۰ ح ۱۲۰۷)

۷: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور مشہور جلیل القدر فقیہ صحابی ہیں رضی اللہ عنہ۔ حافظ ذہبی نے فرمایا:



" الإمام المفتي المقرئ المحدث ، راوية الإسلام أبو حمزة الأنصاري الخزرجي النجاري المدني خادم رسول الله ﷺ وقرابته من النساء وتلميذه وتبعه و آخر أصحابه موتا " (النبلاء:۳/۳۹۶)

آپ سے دو ہزار دو سو چھیاسی (۲۲۸۶) احادیث مروی ہیں۔

امام بیہقی نے کہا:

" أخبرنا أبو عبدالله الحافظ: حدثني محمد بن يعقوب: أنا محمد ابن إسحاق: نا أحمد بن سعيد الدارمي، ثنا النضر يعني ابن شميل ثنا العوام وهو ابن حمزة عن ثابت عن أنس قال : كان يأمرنا بالقراء ة خلف الإمام قال : وكنت أقوم إلى جنب أنس فيقرأ بفاتحة الكتاب وسورة من المفصل ويسمعنا قراء ته لنأ خذ عنه "

(کتاب القراءت: ص۱۰۱ ح ۲۳۱، السنن الکبریٰ: ۲/۱۷۰ مختصراً)

ثابت (البنانی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انس رضی اللہ عنہ ہمیں امام کے پیچھے قراءت کا حکم دیتے تھے اور میں انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑا ہوتا، آپ سورۂ فاتحہ اور مفصل میں سے کوئی سورت پڑھتے تھے، اور اپنی قراءت ہمیں سناتے تھے تاکہ ہم ان سے (یہ طریقہ) لے لیں (سبحان اللہ کیا جذبۂ تبلیغِ سنت ہے)

اس اثر کی سند حسن ہے، اب راویوں کا علی الترتیب مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱: ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ثقہ وصدوق ہیں۔ دیکھئے یہی مضمون نمبر ا جزء نمبر ۹ ص ۸۹

۲: محمد بن یعقوب (الاصم):

آپ بالاجماع ثقہ ہیں، حافظ ذہبی نے کہا: "الإمام (المفيد) الثقة محدث المشرق "

(تذکرۃ الحفاظ: ۳/۸۶۰ ت ۸۳۵)

۳: محمد بن اسحاق الصغانی:

آپ صحیح مسلم کے راوی ہیں، حافظ ابن حجر نے فرمایا: ثقة ثبت (التقریب: ۵۷۲۱)

۴: احمد بن سعید الدارمی:

آپ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں، حافظ العسقلانی نے کہا: ثقة حافظ (التقریب: ۳۹)

۵: النضر بن شمیل:

آپ کتب ستہ کے راوی ہیں، حافظ ذہبی نے کہا: ''ثقة إمام صاحب سنة''

(الکاشف: ۱۷۹/۳)

۶: العوام بن حمزہ:

آپ حسن الحدیث ہیں، دیکھئے یہی مضمون نمبر ۳

۷: ثابت البنانی:

آپ کتب ستہ کے راوی ہیں، حافظ ابوالفضل بن حجر العسقلانی نے فرمایا: ''ثقة عابد''

(التقریب: ۸۱۰)

۸: سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

مشہور جلیل القدر صحابی ہیں، حافظ ذہبی نے کہا:

" العالم الرباني ...... وقد كان من أيام النبي ﷺ صواماً قواماً تالياً لكتاب الله طلابة للعلم " (تذکرۃ الحفاظ: ۴۱/۱، ۴۲)

آپ نے نبی کریم ﷺ سے جو احادیث سنی تھیں ان کا ایک مجموعہ (الصحیفة الصادقة) تیار کیا تھا، یہ صحیفہ ان سے ان کے پوتے عمرو بن شعیب بیان کرتے ہیں، آپ سے تقریباً سات سو احادیث مروی ہیں۔

ابوجعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) نے کہا:

" حدثنا أبو بكرة قال :ثنا أبو داود قال :ثنا شعبة عن حصين قال :

سمعت مجاهدًا يقول :صليت مع عبدالله بن عمرو الظهر والعصر فكان يقرأ خلف الإمام "

مجاہد (تابعی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظہر و عصر کی نماز پڑھی پس آپ امام کے پیچھے (سورۂ مریم کی) قراءت فرماتے تھے۔

(شرح معانی الآثار:۱/۲۱۹)

(یہ سند بالکل صحیح ہے)

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بعض معمولی اختلاف کے ساتھ موجود ہے:

مصنف عبدالرزاق (۲ /۱۳۱ح ۲۷۷۴، ۲۷۷۵)، مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۷۳ ح ۳۷۴۹، ۳۷۵۰)، جزء القراءت للبخاری (ص ۱۷ تحت ح: ۲۳ وفی نسخۃ: ۲۷)، السنن الکبریٰ (۱۶۹/۱)، کتاب القراءت (ص ۹۷ ح ۲۱۵)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: " هذا إسناد صحيح "

محمد بن علی النیموی الحنفی نے کہا: " إسناده حسن " اور کہا: " إسناده صحيح "

(آثار السنن ص: ۱۰۸ تحت: ۳۵۸، قالہ فی التعلیق الحسن)

اب اس سند کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

۱: ابو بکرہ بکار بن قتیبہ البکراوی:

امام حاکم نے کہا: ثقة مأمون (المستدرک: ۱/۶۰ ح: ۵۶۹)

حافظ ذہبی نے کہا: " لم ينفرد به أبو بكرة مع ثقته " (تلخیص المستدرک)

اور کہا:

" العلامة المحدث ......الفقيه الحنفي ...... حدث عنه أبو عوانة في صحيحه وابن خزيمة" (النبلاء: ۵۹۹/۱۲)

حافظ ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا (۱۵۲/۸) نیز دیکھئے کشف الاستار عن رجال معانی الآثار (ص ۱۶)



۲: ابوداود الطیالسی:

صحیح مسلم کے راویوں میں سے ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا:

" الحافظ الکبیر صاحب المسند " (النبلاء:۹/۳۷۸)

جمہور نے ان کی توثیق کی ہے، اور حافظ ابن حجر نے کہا:" ثقة حافظ غلط في أحاديث " (التقریب:۲۵۵۰)

غلط في أحاديث والی مجمل جرح مردود ہے۔ النضر بن شمیل نے آپ کی متابعت کی ہے، النضر ثقہ امام ہیں۔ دیکھئے یہی مضمون، اثر ۷، راوی نمبر ۵

۳: شعبہ:

آپ مشہور امام ہیں اور کتب ستہ کے مرکزی راوی ہیں، حافظ ابن حجر نے فرمایا:" ثقة حافظ متقن " (التقریب:۲۷۹۰)

حصین سے ان کا سماع قبل از اختلاط ہے۔ (التقیید والایضاح للعراقی ص ۴۵۷)

۴: حصین بن عبدالرحمٰن:

کتب ستہ کے راوی ہیں، حافظ ابن حجر نے کہا:" ثقة تغير حفظه فی الآخر " (التقریب:۱۳۶۹)

اور یہ چنداں مضر نہیں ہے کیونکہ یہ روایت آپ نے حالتِ صحت میں بیان کی ہے۔

۵: مجاہد:

مشہو امام، مفسر اور کتب ستہ کے راوی ہیں، حافظ ابوالفضل ابن حجر نے کہا:

" ثقة إمام فی التفسير وفی العلم " (التقریب:۶۴۸۱)

۹: سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

مشہور بدری صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، حافظ ذہبی نے کہا:

" سيد القراء ...... الأنصاري ...... المدني المقرئ البدري ......

شهد العقبة وبدرًا وجمع القرآن في حياة النبي ﷺ وعرض على النبي ﷺ وحفظ عنه علماً مباركاً وكان رأساً في العلم رضي الله عنه" (سیر اعلام النبلاء: ۱/۳۹۰)

بقی بن مخلد کی کتاب (المسند) میں ان سے ایک سو چونسٹھ (۱۶۴) احادیث مروی ہیں، فقہائے صحابہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

امام بخاری نے کہا:

" حدثنا مالك بن إسماعيل قال: حدثنا زياد البكائي عن أبي فروة عن أبي المغيرة عن أبي بن كعب رضي الله عنه أنه كان يقرأ خلف الإمام "

ابوالمغیرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ (جزء القراءت: ص۱۵ ح۵۲، وفی نسخۃ: ۳۴، کتاب القراءت للبیہقی: ص۹۴ تحت ح:۱۹۴)

(یہ سند حسن ہے) اس سند کے راویوں کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

۱: مالک بن اسماعیل:

کتب ستہ کے راوی اور " ثقة متقن' صحيح الكتاب عابد " تھے۔

(تقریب التہذیب: ۶۴۲۴)

۲: زیاد بن عبداللہ البکائی:

صحیحین کا راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہے، مورخ ابن خلکان نے کہا:

"وكان صدوقاً ثقة" (وفیات الاعیان: ۲/۳۳۸)

حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال (۲/۹۱ ح۲۹۴۹) میں "صـــح" لکھ کر اس طرف اشارہ کیا کہ وہ صحیح الحدیث ہے اور اس پر جرح مردود ہے، دیکھئے لسان المیزان (۲/۱۵۹ ح۲۲۳۴) ترجمۃ الحارث بن محمد بن ابی اسامہ اور (۷/۱۶۷)

۳: ابوفروہ (مسلم بن سالم النہدی):

صحیحین کے راوی ہیں، ابن معین نے کہا: ثقة، ابوحاتم نے کہا: " صالح الحديث ليس به بأس " (الجرح والتعدیل: ۱۸۵/۸)

ابن حبان نے انھیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ (۳۹۵/۵)

۴: ابوالمغیرہ (عبداللہ بن ابی الہذیل الکوفی):

صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (التقریب: ۳۶۷۹)

مختصر یہ کہ جزء القراءت کی یہ سند حسن لذاتہ ہے، اس کے دو شواہد بھی ہیں۔ دیکھئے توضیح الکلام (۴۷۹/۱، ۴۸۱)

لہٰذا یہ اثر بلحاظِ سند قابلِ احتجاج ہے۔ واللہ اعلم

۱۰: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

مشہور فقیہ اور بدری صحابی ہیں رضی اللہ عنہ، حافظ ذہبی نے کہا:

" الإمام الرباني...... صاحب رسول الله ﷺ وخادمه وأحد السابقين الأولين ومن كبار البدريين ومن نبلاء الفقهاء والمقريين كان ممن يتحرى في الأداء ويشدد في الرواية ويزجر تلا مذته عن التهاون في ضبط الألفاظ " (تذکرۃ الحفاظ: ۱۳/۱، ۱۴)

طحاوی نے کہا:

" حدثنا أبو بكرة وابن مرزوق قالا: ثنا أبو داود قال: ثنا شعبة عن أشعث بن أبي الشعثاء قال: سمعت أبا مريم الأسدي يقول: سمعت ابن مسعود رضي الله عنه يقرأ في الظهر "

ابومریم فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو (امام کے پیچھے) قراءت کرتے ہوئے سنا۔ (معانی الآثار: ۲۱۰/۱)

ابومریم عبداللہ بن زیاد الاسدی صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (التقریب:۳۳۲۷)

اشعث بن ابی الشعثاء المحاربی کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (التقریب:۵۲٦)

شعبہ، ابوداود اور ابوبکرہ تینوں ثقہ ہیں۔

(دیکھئے یہی مضمون: ۸ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص: ص۹، ۱۰)

شریک بن عبداللہ القاضی نے یہی حدیث اشعث بن سلیم ابی الشعثاء سے روایت کی ہے۔ (کتاب الثقات لابن حبان: ج ۵ ص ۵۸، کتاب الکنیٰ للدولابی: ۲/۱۱۱، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۱٦۹، واللفظ لہ، کتاب القراءت للبیہقی: ص۹۵ ح ۲۰۷)

شریک کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

"صليت إلى جنب عبدالله بن مسعود رضي الله عنه خلف الإمام فسمعته يقرأ في الظهر والعصر"

میں نے عبداللہ بن مسعود کے پہلو میں امام کے پیچھے نماز پڑھی، پس میں نے آپ کو ظہر وعصر میں قراءت کرتے ہوئے سنا۔

شریک مختلف فیہ راوی ہیں، جمہور نے ان کی توثیق کی ہے، وہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں، حافظ ذہبی نے کہا: "وحديثه من أقسام الحسن"

یعنی ان کی حدیث حسن کی اقسام میں سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۳۲)

حافظ ہیثمی نے کہا: "وهو حسن الحديث"

(مجمع الزوائد: ۹/۱۲۳، نیز دیکھئے احسن الکلام: ج ۱ ص ۳۵۷ و توضیح الکلام: ۱/۳۸۴، ۳۸۵)

اس حدیث کے دیگر شواہد بھی ہیں۔

ان آثار کے علاوہ کتب احادیث میں دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار بھی مروی ہیں، تاہم جو ذکر کئے گئے ہیں ان میں ہی کفایت ہے اور یہ آثار اس معاند کی تردید کے لئے کافی ہیں جو فاتحہ خلف الامام پڑھنے والوں کی نمازوں کو باطل یا فاسد کہتا ہے۔



أقوى الكلام

في وجوب الفاتحة خلف الإمام

"حدیث اور اہلحدیث"

نامی کتاب کے باب

"ترک القراءۃ خلف الامام" (۲۹۹ تا ۳۶۷)

کا مکمل جواب



ترک القرأۃ خلف الامام

امام کے پیچھے قرارت نہیں کرنی چاہیئے

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ ۷ : ۲۰۴	اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔

جواب: اشرف علی تھانوی دیوبندی نے کہا:

"میرے نزدیک: " اذا قرئ القرآن فاستمعوا " جب قرآن مجید پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو تبلیغ پر محمول ہے، اس جگہ قراءت فی الصلوٰۃ مراد نہیں، سیاق سے یہی معلوم ہوتا ہے تو اب ایک مجمع میں بہت آدمی مل کر قرآن پڑھیں تو کوئی حرج نہیں" (الکلام الحسن: ۲/۲۱۲)

عبدالماجد دریا آبادی نے کہا:

"حکم کے مخاطب ظاہر ہے کہ کفار و منکرین ہیں اور مقصودِ اصلی یہ ہے کہ جب قرآن بہ غرض تبلیغ پڑھ کر تم کو سنایا جائے تو اسے توجہ و خاموشی کے ساتھ سنا کرو، تاکہ اس کا معجز ہونا اور اس کی تعلیمات کی خوبیاں تمہاری سمجھ میں آ جائیں اور تم ایمان لا کر مستحقِ رحمت ہو جاؤ" (تفسیر ماجدی: جلد دوم ص ۲۶۳ حاشیہ نمبر ۳۰۰)

(1)

عن يُسَيْرِ بن جابر قال صلى ابن مسعود فسمع ناسا يقرؤن مع الامام فلما انصرف قال أَمَا آنَ لكم ان تفقهوا أَمَا آنَ لكم ان تعقلوا واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا كما امركم الله. (تفسیر طبری ج ۹ صـ۱۱۰)	حضرت بشیر بن جابر فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نماز پڑھی اور چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرارت کرتے سنا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم سمجھو اور عقل سے کام لو۔ جب قرآن کریم کی قرأۃ ہوتی ہو تو تم اسکی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

جواب: ہمارے پاس تفسیر طبری کا جو نسخہ ہے اس کی ج ۹ ص ۱۱۰ پر " عن بشیر بن جابر " لکھا ہوا ہے۔ (مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان: ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء)

بشیر بن جابر کے حالات کسی کتاب میں بھی نہیں ملے، ایسا راوی جس کے حالات نہ

ملیں: مجہول یا مستور ہوتا ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے اپنے علامہ زبیدی سے نقل کیا ہے کہ "امام صاحب (ابوحنیفہ) کے نزدیک مجہول کی روایت مردود ہے"

(احسن الکلام: ۲/۹۵ طبع دوم)

بشیر بن جابر کو صاحبِ "حدیث اور اہلحدیث" نے "یسیر بن جابر" لکھ دیا ہے، اس سند کے ایک راوی: المحاربی کا تعین کتبِ رجال و کتبِ حدیث سے مطلوب ہے۔ دوسرے یہ کہ اس روایت میں "امام کے ساتھ قراءت کرتے سنا" سے صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے امام کے پیچھے جہری قراءت کی تھی۔ اور یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ اہلِ حدیث کے نزدیک بغیر عذرِ شرعی (مثلاً لقمہ قراءت) امام کے پیچھے جہری قراءت ممنوع ہے۔

② | ۲۔ عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا یعنی فی الصلوٰۃ المفروضۃ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص۵۵) | حضرت ابن عباسؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد واذا قرئ القرآن الآیۃ کے متعلق مروی ہے کہ یہ فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جواب: یہ روایت "علي بن أبي طلحة عن ابن عباس" کی سند سے ہے۔ (کتاب القراءت ص ۸۸ ح ۲۲۲) محمد زاہد الکوثری نے "علي بن أبي طلحة عن ابن عباس" والی ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

"غير صحيح للإنقطاع في السند لأن علي بن أبي طلحة لم يدرك ابن عباس"

یہ سند میں انقطاع کی وجہ سے صحیح نہیں ہے...... کیونکہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس کو نہیں پایا۔ (مقالات الکوثری: ص۳۵۵)

کوثری مذکور کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔ مثلاً دیکھئے عبدالقدوس قارن دیوبندی کی کتاب "امام اعظم ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع" وغیرہ۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس والی سند پر مزید جرح کے لئے محمد ابراہیم کی کتاب "الحق الصريح في حيات المسيح" ص ۲۷ (طبع ادارہ مرکزیہ دعوۃ وارشاد (رجسٹرڈ) چنیوٹ پاکستان) دیکھیں۔

(3)

۳۔ عن ابن عمر قال کانت بنو اسرائیل اذا قرأت ائمتهم جاوبوهم فكره الله ذلك لهذه الامة قال واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا۔ (الدر المنثور فی تفسیر بالماثور ج ۳ ص ۱۵۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے امام جب قرأت کرتے تھے تو بنی اسرائیل ان کی مجاوبت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس امت کے لیے ناپسند فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو۔

جواب: یہ روایت الدر المنثور (۱۵۶/۳) میں بحوالہ ابوالشیخ مذکور ہے۔ ابوالشیخ نے یہ روایت کس سند سے بیان کی تھی، اس کا کوئی پتا نہیں ہے، لہٰذا یہ روایت بے سند ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک بے سند روایت ''حجت نہیں ہوسکتی'' (دیکھئے احسن الکلام: ۳۲۷/۱)

(4)

۴۔ عن عبد الله بن مغفل فی هذه الآية واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا قال فی الصلوة۔ (کتاب القرأة بیہقی ص ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ آیت کریمہ واذا قرئ القرآن کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

قال ابن تیمیة الحرانی: وذکر احمد بن حنبل الاجماع علی انها نزلت فی ذلك (ای فی الصلوٰة) وذکر الاجماع علی انه لا تجب القراءة علی المأموم حال الجهر (فتاوی کبری ج ۲ ص [illegible])

ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے کہ یہ آیت واذا قرئ القرآن الآیۃ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے نیز انہوں نے یہ بھی اجماع نقل کیا ہے کہ جب امام اونچی آواز سے قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر قرأت واجب نہیں ہے۔

جواب: اس روایت کا ایک راوی ہشام بن زیاد ہے جس پر امام بیہقی نے اسی مقام پر جرح کر رکھی ہے۔ (کتاب القراءت ص ۸۷ ح ۲۱۸)

عینی حنفی نے کہا:

"لا يحتج بحديثه"

اس کی حدیث کے ساتھ حجت نہیں پکڑی جاتی۔ (شرح سنن ابی داود: ۲۵۴/۳)

عینی مذکور کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔

☆ امام ابن تیمیہ (پیدائش ۶۶۱ھ) کی امام احمد (وفات ۲۴۱ھ) سے روایت بے سند ہے، جو لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں ان پر لازم ہے کہ امام ابن تیمیہ سے امام احمد تک صحیح متصل سند پیش کریں۔

(5)

۵۔ عن ابی موسی الاشعری قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صليتم فاقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم احدكم فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين الحديث (بروایت الجریر عن سلیمان عن قتادہ) (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو، پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۱۰

(6)

٦- عن ابي موسى قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قمتم الى الصلوٰة فليؤمكم احدكم واذا قرأ الامام فانصتوا ۔ (مسند احمد ج ۴ ص ۴۱۵)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی، فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

جواب: منسوخ ہے، دیکھئے حدیث: ۱۰

(7)

٧- عن حطان بن عبد الله ان ابا موسى قال خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلمنا سنتنا وبين لنا صلوٰتنا فقال اذا كبر الامام فكبروا واذا قرأ فانصتوا ۔ (صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت حطان بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تم خاموش رہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث: ۱۰

(8)

٨- عن ابي موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقولوا آمين ۔ (صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث: ۱۰

(9)

عن ابي موسى الاشعري قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قرأ الامام فانصتوا فاذا كان عند القعدة فليكن اول ذكر احدكم التشهد ۔ (ابن ماجہ ص ۶۱)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو پھر جب قعدہ میں بیٹھے تو تم میں سے ایک کا پہلا ذکر تشہد ہونا چاہیئے۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث: ۱۰

(10)

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللّٰهم ربنا لك الحمد ۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۴۶)
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللّٰہم ربنا لک الحمد کہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، اس حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جہری

نمازوں میں بھی فاتحہ خلف الامام کا حکم دیتے تھے۔

(دیکھئے آثار السنن ح ۳۵۸ و مسند الحمیدی نسخۂ دیوبندیہ ح ۹۷۴)

راوی اگر اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو وہ روایت دیوبندیوں کے نزدیک منسوخ ہوتی ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار للطحاوی (۲۳/۱) و آثار السنن مع التعلیق (۲۰) و توضیح السنن (۱۰۷/۱) و خزائن السنن (۱۹۱/۱، ۱۹۲) و عمدۃ القاری (۴۱/۳) و حقائق السنن (۴۰۵/۱) و تقریر ترمذی: حسین احمد (ص ۲۱۰)

طحاوی اور عینی کے حوالے اس لئے پیش کئے ہیں کہ دیوبندیوں کے نزدیک ان کا بڑا مقام ہے۔

(11)

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا (نسائی ج ۱ ص ۱۴۶)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(12)

۲۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما جعل الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین الحدیث (ابن ماجہ ص ۶۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(13)

۴۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انما الامام لیؤتم به فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال ولا الضالین فقولوا آمین الحدیث۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امام اسی (مقرر) ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(14)

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا قرأ الامام فانصتوا۔ (کتاب القراءة بیہقی ص ۱۱۳)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰ص ۱۱۰، ۱۱۱

ثابت بن اسلم البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" كان يأمرنا بالقراءة خلف الإمام "

(سیدنا انس رضی اللہ عنہ) ہمیں قراءت خلف الامام کا حکم دیتے تھے۔

(کتاب القراءت للبیہقی: ص ۱۰۱ ح ۲۳۱ وسندہ حسن)

(15)

۱۵۔ عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوما صلوٰة الظهر فقرأ معه رجل من الناس في نفسه فلما قضى صلاته قال هل قرأ معي منكم احد قال ذالك ثلثا فقال له الرجل نعم يا رسول الله انا كنت اقرأ بسبح اسم ربك الاعلى قال مالي انازع القرآن اما يكفي احدكم قراءة امامه انما جعل الامام ليؤتم به فاذا قرأ فانصتوا۔ (کتب القرأة للبیہقی صکلا)	حضرت عمرؓ بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ کے ساتھ قرأت کرنے لگے۔ نماز پوری ہوئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءت کی ہے؟ تین دفعہ آپ نے یہ سوال کیا، ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہوگیا کہ مجھے قرآن کی قرأت میں کشمکش میں ڈالا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے۔ امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اس کی اقتدار کی جائے لہٰذا جب وہ قرائت کرے تو تم خاموش رہا کرو۔

جواب: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم: ضعیف ہے۔ (نصب الرایہ: ۴/۱۳۰)

زیلعی حنفی کا دیوبندیوں کے نزدیک بڑا مقام ہے۔ (دیکھئے القول المتین ص ۵۸)

دوسرے راوی عبدالمنعم بن بشیر کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"ذاك الكذاب يعيش"

یہ جھوٹا (ابھی تک) زندہ ہے۔ (لسان المیزان: ۴/۷۵)

معلوم ہوا کہ "حدیث اور اہلحدیث" کا مصنف کذاب راوی کی روایت بطورِ حجت پیش کرتا ہے۔

تنبیہ: میزان الاعتدال (۲/۶۲۹ ت ۵۱۷۲) میں ابومودود القاص: عبدالعزیز بن ابی سلیمان الہذلی کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

" وثقه أحمد و يحيى بن معين وقد رأى أبا سعيد الخدري ولحقه القعنبي و كامل الجحدري " (دیکھئے تہذیب الکمال ۱۱/۴۹۹، ۵۰۰)

اس توثیق کا عبدالمنعم بن بشیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(16)

١٦۔ عن عطاء الخراسانی قال کتب عثمان رضی الله عنه الی معاویة رحمه الله اذا قمتم الی الصلوة فاستمعوا وانصتوا فانی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول للمنصت الذی لا یسمع مثل اجر السامع المنصت۔ (کتاب القراءة)

حضرت عطاء خراسانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ کو لکھا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو (امام) کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو کیونکہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص خاموش رہے (اور اسے) سنائی نہ دے اس کے لیے ایسا ہی اجر ہے جیسا اس شخص کے لیے جسے سنائی دے اور وہ خاموش رہے۔

جواب: اس روایت کی سند کتاب القراءت میں مذکور نہیں ہے، لہٰذا یہ بے سند روایت ہے، دیکھئے (جواب نمبر ۳ص ۳۳۰) یہ بے سند روایت امام بیہقی بطورِ رد لکھ کر فرماتے ہیں:

" هذا حديث منقطع وراويه غير محتج به "

یہ حدیث منقطع ہے اور اس کا راوی حجت نہیں ہے۔ (کتاب القراءت ص ۱۱۶ ح ۲۹۱)

(17)

١٧۔ عن علی رضی الله عنه قال سأل رجل النبی صلی الله علیه وسلم اقرأ خلف الامام ام انصت قال انصت فانه یکفیك۔ (کتاب القراءة للبیهقی)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں۔ آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

جواب: اس کا ایک راوی حارث بن عبداللہ الاعور الہمدانی ہے، علامہ نووی نے فرمایا:

" فإنه كان كذاباً " بے شک یہ کذاب تھا۔ (نصب الرایہ: ۱/ ۳۶۷)

زیلعی نے کہا: " كذبه الشعبي وابن المديني " اسے (امام) شعبی اور ابن المدینی نے کذاب کہا ہے۔ (نصب الرایہ: ۲/ ۳)

حارث پر جرح کتاب القراءت کے محولہ صفحے پر بھی موجود ہے، حارث کے علاوہ: غسان بن الربیع، قیس بن الربیع اور ابو سہل محمد بن سالم بھی مجروح ہیں، دیکھئے میزان الاعتدال

(18)

١٨۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انصرف من صلاة جهر فیها بالقراءة فقال هل قرأ معی منکم احد آنفا فقال رجل نعم انا یا رسول الله قال فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی اقول ما لی انازع القرآن فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما جهر فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم بالقراءة حین سمعوا ذالك من رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (موطا امام مالک)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ میں نے قرأت کی ہے۔ حضرت ابوہریرۃ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے جی میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں ہو رہی ہے، اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(19)

۱۹- ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری عن ابن اکیمة قال سمعت ابا هریرة یقول صلی النبی صلی الله علیه وسلم باصحابه صلاة نظن انها الصبح فقال هل قرأ منکم من احد قال رجل انا قال انی اقول مالی انازع القرآن (ابن ماجہ صلك)

ابن اکیمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا میں بھی کہوں کہ میرے ساتھ قرآن کریم قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(20)

۲۰- ثنا معمر عن الزهری عن ابن اکیمة عن ابی هریرة قال صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر نحوه وزاد فیه قال فسکتوا بعد فیما جهر [illegible] الامام۔ (ابن ماجہ صلك)

معمر بطریق زہری ابن اکیمہ سے روایت کرتے ہیں اور اکیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ حضرت ابوہریرہ نے آگے چل کر حدیث کا ذکر کیا اور اس میں یہ زیادہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ لوگوں نے اس کے بعد ان نمازوں میں خاموشی اختیار کی جن نمازوں میں امام جہر سے قرأت کرتا۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(21)

۲۱- عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انصرف من صلاة جهر فیها بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول الله قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یجهر فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم من الصلوة بالقراءة حین سمعوا ذالك من رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (ترمذی ج۱ صلك)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں (اپنے دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(22)

۲۲- عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم انصرف من صلاة جهر فیها بالقراءة فقال هل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول الله صلی الله علیه وسلم قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتهی الناس عن القراءة مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما جهر فیه النبی صلی الله علیه وسلم بالقراءة من الصلوة حین سمعوا ذالك من رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (ابوداؤد ج۱ صلك)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟ ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم کی قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جا رہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(23)

۲۳۔ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال هل قرأ معی احد منکم آنفا فقال رجل نعم یا رسول اللہ قال انی اقول مالی انازع القرآن قال فانتہی الناس عن القراءۃ فیما جہر فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالقراءۃ من الصلوۃ حین سمعوا ذالک ۔ (نسائی ج ۱ صفحہ ۱۰۶)	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا تم میں کسی نے ابھی میرے ساتھ قرآت کی ہے؟ ایک صاحب بولے ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا جبھی تو میں کہوں کہ قرآن کریم قرأت میں مجھ سے منازعت کیوں کی جارہی ہے۔ اس ارشاد کے بعد جن نمازوں میں آپ جہر سے قرارت کیا کرتے تھے۔ لوگوں نے آپ کے پیچھے قرآت ترک کردی تھی۔

جواب: یہ روایت منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۰

(24)

۲۴۔ عن عمران بن حصین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الظہر فجعل رجل یقرأ خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی فلما انصرف قال ایکم قرأ او ایکم القارئ قال رجل انا فقال قد ظننت ان بعضکم خالجنیہا ۔ (مسلم ج ۱ صفحہ ۱۷۲)	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھی تو ایک صاحب آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے قرات کی ہے یا تم میں سے کون قاری ہے۔ ایک صاحب بولے میں۔ آپ نے فرمایا مجھے خیال ہوا کہ تم میں سے کوئی مجھے خلجان میں ڈال رہا ہے۔

جواب: اس پر علامہ نووی نے "باب نهي المأموم عن جهره بالقراءة خلف امامه" کا باب باندھا ہے۔ (حاشیہ صحیح مسلم: ج ۱ ص ۱۷۲)

معلوم ہوا کہ مقتدی نے جہراً سورۃ الاعلیٰ پڑھی تھی، اور اہل حدیث کے نزدیک امام کے پیچھے جہراً پڑھنا، بغیر عذر شرعی کے ممنوع ہے۔ عذر شرعی سے مراد بھولنے والے قاری کو لقمہ دینا ہے۔

(25)

۲۵۔ عن عمران بن حصین قال صلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظہر فقرأ رجل خلفہ بسبح اسم ربک الاعلی فلما صلی قال من قرأ بسبح اسم ربک الاعلی قال رجل انا قال قد علمت ان بعضکم قد خالجنیہا۔ (نسائی ج ۱ صفحہ ۱۰۶)	حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظہر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب نے آپ کے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے ایک صاحب بولے میں نے آپ نے فرمایا میں نے جانا تم میں سے کوئی مجھے قرآت میں الجھا رہا ہے۔

جواب: اس کا تعلق قراءت بالجہر خلف الامام سے ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۲۴

(26)

٢٦- عن عمران بن حصين ان النبي صلى الله عليه وسلم صلى صلاة الظهر او العصر ورجل يقرأ خلفه. فلما انصرف قال ايكم قرأ بسبح اسم ربك الاعلى قال رجل من القوم انا ولم أرد بها الا الخير فقال النبي صلى الله عليه وسلم قد عرفت ان بعضكم خالجنيها. (نسائی ج ۱ صفحہ ۱۴۳)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی۔ ایک صاحب آپ کے پیچھے قرأت کرنے لگے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا تم میں سے کس نے سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھی ہے۔ ایک صاحب بولے میں نے، اور میری نیت ثواب کے سوا کچھ نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے جانا کہ تم میں سے کوئی مجھے قرآن کی قرأت میں الجھا رہا ہے۔

جواب: اس کا تعلق قراءت بالجہر خلف الامام سے ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۲۴

(27)

٢٧- عن عبد الله بن بحينة وكان من اصحاب رسول الله عليه وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال هل قرأ احد منكم معي آنفا قالوا نعم فقال اني اقول مالي انازع القرآن فانتهى الناس عن القراءة معه حين قال ذالك. (مسند امام احمد ج ۵ صفحہ ۳۴۵)

حضرت عبد اللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے ارشاد فرمایا تب ہی تو میں (دل میں) کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں منازعت اور کشمکش کیوں کی جا رہی ہے۔ آپ نے جب یہ فرمایا تو لوگوں نے آپ کے ساتھ قرأت ترک کر دی۔

جواب: یہ حدیث منسوخ ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۸، ۱۰

(28)

٢٨- عن عبد الله (ابن مسعود) قال كانوا يقرءون خلف النبي عليه السلام فقال خلطتم علي القرآن. (الجوہر النقی ج ۲ صفحہ ۱۶۲، طحاوی ج ۱ صفحہ ۱۵۰)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا تم نے مجھ پر قرآن مجید کی قرأت خلط ملط کر دی ہے۔

جواب: یہی روایت جزء القراءت للبخاری (ح: ۲۵۴ بتحقیقی) میں " كانوا يقرؤون القرآن فيجهرون به " کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قراءت بالجہر خلف الامام سے ہے۔

(29)

٢٩- عن جابر بن عبد الله قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم باصحابه الظهر أو العصر فلما انصرف قال من قرأ خلفي بسبح اسم ربك الاعلى فلم يتكلم احد فردد ذالك ثلاث فقال رجل انا يا رسول الله قال لقد رأيتك تخالجني او قال تنازعني القرآن من صلى منكم خلف امام فقراءته له قراءة (کتاب القراءۃ بیہقی صفحہ ۱۲۹)

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میرے پیچھے سبح اسم ربک الاعلیٰ کس نے پڑھی ہے؟ کوئی نہ بولا۔ آپ نے تین دفعہ یہ سوال کیا۔ ایک صاحب بولے میں نے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا میں نے دیکھا کہ تو مجھے قرأت قرآن کے متعلق خلجان میں ڈال رہا ہے یا فرمایا کشمکش میں ڈال رہا ہے۔ تم میں سے جو بھی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

جواب: عبداللہ بن شداد نے یہ روایت ''ابوالولید عن جابر'' کی سند سے بیان کی ہے دیکھئے آنے والی حدیث ۔ ابوالولید: رجل مجہول ہے۔ (کتاب القراءت للبیہقی: ص ۱۲۵ ح ۳۱۳)

تنبیہ: عبداللہ بن شداد کی کنیت ابوالولید ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ ان کا کوئی استاد ابوالولید نامی نہیں تھا۔ امیر المؤمنین فی الحدیث ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری کے استاد امام احمد بن حنبل کی کنیت بھی ابوعبداللہ ہے۔ (دیکھئے تہذیب الکمال: ۲۲۶/۱)

(30)

۳۰۔ عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر او العصر فاومیٰ الیہ رجل فنہاہ فلما انصرف قال اتنہانی ان اقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فتذاکرا ذالک حتی سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ [الامام] لہ قراءۃ۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی صفحہ)	حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کی اثناء نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قرأت سے منع کیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو قرأت کرنے والے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے کیوں روکتے ہو؟ وہ دونوں یہ باتیں کر رہے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی گفتگو سن لی اور ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کے لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے

جواب: اس کا راوی ابوالولید: مجہول ہے دیکھئے کتاب القراءت ص ۱۲۵، ۱۲۷

تنبیہ: یہی روایت قاضی ابو یوسف کی طرف منسوب ''کتاب الآثار'' میں عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن ابی الولید عن جابر بن عبداللہ'' کی سند سے موجود ہے۔ امام ابوعلی الحافظ کا اسے ''خطأ'' قرار دینا غلط ہے۔

(31)

۳۱۔ عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ (موطا امام محمد صفحہ)	حضرت جابر بن عبداللہؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔

جواب: ''موطأ امام محمد'' نامی کتاب کا مصنف محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی: بقولِ امام یحییٰ بن معین: ''جہمی کذاب'' ہے۔ (لسان المیزان: ۱۲۲/۵)

قاضی ابو یوسف سے مروی ہے کہ ''محمد بن الحسن مجھ پر جھوٹ بولتا ہے''۔ (ایضاً ص ۱۲۲)

(32)

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/۳۷۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

جواب: یہی روایت مسند احمد (۳۳۹/۳ ح ۱۴۶۹۸ ،مطبوعہ عالم الکتب، اطراف المسند: ۱۳۹/۲ ح ۱۹۲۶، اور التحقیق لابن الجوزی: ۳۶۳/۱ ح ۴۷۲، میں بحوالہ "حسن بن صالح عن جابر عن ابی الزبیر عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ" کی سند سے موجود ہے۔ جابر بن یزید الجعفی: کذاب ہے دیکھئے زوائد البوصیری علی سنن ابن ماجہ ص: ۱۴۰ ح ۲۸۲ ونصب الرایہ للزیلعی (۳۴۴/۱) ابوالزبیر مدلس ہے (آثار السنن ح ۸۶۳) دیوبندی مناظر ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:

"یہ حدیث سنداً (سند کے اعتبار سے) ضعیف ہے کیونکہ ابوالزبیر مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے" (جزء رفع الیدین بتحقیق: اوکاڑوی ص: ۳۱۸ حدیث: ۵۶)

جناب سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب فرماتے ہیں:

"مدلس راوی عن سے روایت کرے تو وہ حجت نہیں" (خزائن السنن: ۱/۱)

(33)

۳۳۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ (مسند ابن منیع بحوالہ فتح القدیر ۱/۲۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے

جواب: صاحب فتح القدیر (ابن ہمام) سے احمد بن منیع تک پوری سند نا معلوم ہے اگر دنیا کے کسی کونے سے مسند احمد بن منیع دستیاب ہو جائے اور فتح القدیر والی سند وہاں لکھی ہوئی مل جائے تو بھی ابوالزبیر مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

دیکھئے حدیث سابق: ۳۲

(34)

۳۴۔ عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۲۲)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔

جواب: اس کا راوی ابوعصمہ عاصم بن عصام خزان: لا یعرف (غیر معروف) ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۲۲۱/۳) اور حسن بن محمد بن جابر کے حالات نامعلوم ہیں (ان دو مجہول راویوں کی وجہ سے یہ روایت باطل ہے)

:۳۵

(35)

۳۵۔ عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد قال ام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه، فلما ان صلی قال لم غمزتنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدامك فکرهت ان تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال من کان له امام فان قراءته له قراءة۔ (موطا امام محمد صـ)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی، اور ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرات کی، جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تاکہ یہ قرأت سے باز آجائے جب نماز ہو چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبایا تھا؟ منع کرنے والے نے کہا کہ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آگے قرأت کر رہے تھے۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قرأت کرو۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا جس نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

جواب: محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

(36)

۳۶۔ عن ابی الدرداء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افی کل صلاۃ قراءة قال نعم فقال رجل من الانصار وجبت هذه فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکنت اقرب القوم الیه ما اری الامام اذا ام القوم الا کفاهم۔ (دارقطنی ج۱ صـ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کیا ہر نماز میں قرأت ہے آپ نے فرمایا ہاں، ایک انصاری بولے پھر تو قرأت ضروری ہو گئی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب میں تھا۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کو کافی ہے

جواب: اس روایت کو بیان کرنے کے بعد محولہ کتاب کے مصنف امام دارقطنی نے فرمایا:

"وهو وهم من زید بن الحباب"

اور یہ (روایت) زید بن حباب کا وہم ہے۔ (۳۳۲/۱ ح ۱۲۴۸)

(37)

۳۷۔ عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقراءة الامام له قراءة۔ (کتاب القراءة صـ)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتدا کی تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے۔

جواب: اس کا ایک راوی محمد بن عباد الرازی: ضعیف ہے (نصب الرایہ: ۱۱/۲) کتاب القراءت کے محولہ صفحے پر درج ہے کہ امام دارقطنی نے فرمایا: "ابو یحییٰ اسماعیل بن

ابراہیم التیمی اور محمد بن عباد الرازی (دونوں) ضعیف ہیں۔" (ص۱۷۰ح۴۰۳)

(38)

۳۸۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ (کتاب القراءۃ للبیہقی صـ۱۵۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس کے لیے امام ہو تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔

جواب: کتاب القراءت کے اسی صفحے پر اس روایت کے ایک راوی خارجہ بن مصعب کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

"کان یدلس عن جماعۃ من الکذابین"

یہ جھوٹوں کی ایک جماعت سے تدلیس کرتا تھا۔ (ص۱۵۶ح۳۷۰)

(39)

۳۹۔ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال تکفیک قراءۃ الامام خَافَتَ اَوْجَهَرَ (دارقطنی ۱ صـ۳۳۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قراءت کرے یا اونچی آواز سے۔

جواب: سنن دارقطنی کے محولہ صفحے پر لکھا ہوا ہے:

" عاصم (بن عبدالعزیز) لیس بالقوي ورفعه وهم "

عاصم قوی نہیں اور اس کا مرفوع بیان کرنا وہم ہے۔ (۱/۳۳۱ح۱۲۳۸)

(40)

۴۰۔ عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ۔ (کتاب القراءۃ بیہقی صـ۱۵۱)

جواب: کتاب القراءت کے اسی صفحے پر اس روایت کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

"باسناد مظلم" یعنی اس کی سند اندھیرے میں ہے۔ (ص۱۵۳ح۳۶۵)

رجاء بن ابی رجاء سے نیچے سند نامعلوم ہے۔

(41)

۴۱۔ عن انس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ ثم اقبل بوجهه فقال اتقر[illegible] یعنی فسکتوا فسألهم ثلثا فقالوا انا لنفعل فلا تفعلوا۔ (طحاوی صـ۱۲۸ وکتاب القراءۃ بیہقی صـ[illegible]) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صحابہ کرام [illegible] نماز سے فارغ ہو کر [illegible] صحابہ کرام چپ رہے [illegible] فرمایا ایسا مت کرو۔

جواب: یہی روایت کتاب القراءت (ص۱۵۱، ۱۵۲ح۳۶۱) وغیرہ میں:

" فلا تفعلوا وليقرأ أحدكم بفاتحة الكتاب في نفسه "

پس نہ کرو اور تم میں سے ہر آدمی اپنے دل میں سورۂ فاتحہ پڑھے کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

لہٰذا یہ حدیث فاتحہ خلف الامام کی دلیل ہے۔ ترک القراءۃ خلف الامام کی دلیل نہیں ایک صحیح حدیث کے دو باہم متعارض ٹکڑے بنا کر، ایک ٹکڑے سے استدلال کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

(42)

۴۲- عن النواس بن سمعان قال صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الظهر وكان عن يميني رجل من الانصار فقرأ خلف النبي صلى الله عليه وسلم وعلى يساري رجل من مزينة يلعب بالحصا فلما قضى صلوته قال من قرأ خلفي قال الانصاري أنا يا رسول الله قال فلا تفعل من كان له إمام فإن قراءة الإمام له قراءة وقال للذي يلعب بالحصا هذا حظك من صلوتك (كتاب القراءة للبيهقي)

نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ میری داہنی طرف ایک انصاری صحابی تھے۔ انھوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قراءت کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ میرے پیچھے کس نے قراءت کی ہے۔ انصاری بولے میں نے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہوتی ہے، جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔

جواب: کتاب القراءت للبیہقی میں اسی روایت کے بعد امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"هذا إسناد باطل، فيه من لا يعرف ، و محمد بن إسحاق هذا إن كان هو العكاشي فهو كذاب يضع الحديث "

یہ سند باطل ہے، اس میں وہ (راوی) ہے جو معروف نہیں ہے۔ اور یہ محمد بن اسحاق اگر عکاشی تھا تو وہ کذاب تھا حدیثیں گھڑتا تھا۔ (ص۱۷۷ح۴۱۸)

(43)

۴۳- عن يحيى بن عبد الله بن سالم العمري ويزيد بن أبي عياض أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من كان منكم له إمام فائتم به فلا يقرأن معه فإن قراءته له قراءة۔ (كتاب القراءة للبيهقي)

یحییٰ بن عبداللہ اور یزید بن ابی عیاض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جس کے لیے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اس کے ساتھ ہرگز قراءت نہ کرے کیونکہ امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہے۔

جواب: یحییٰ بن عبداللہ بن سالم اور یزید بن عیاض دونوں پر جرح کتاب القراءت کے محولہ صفحہ پر موجود ہے۔ (ص۱۸۳ح۴۱۹)

امام دارقطنی نے فرمایا :

" ویزید بن عیاض ضعیف متروك " (نصب الرایہ:۴/۲۷۶)

یاد رہے کہ یہ روایت منقطع بھی ہے۔

(44)

۴۴۔ عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعۃ فلم یقرأ فیہا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ۔ (طحاوی ص۱۲۸ مصنف عبدالرزاق ص۳۵۱)	حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے نماز کی کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہیں ہوئی مگر وہ امام کے پیچھے ہو۔

جواب: یہ روایت مصنف عبدالرزاق کے محولہ صفحہ پر نہیں ملی ، معانی الآثار میں ، یحییٰ بن سلام کی سند سے موجود ہے، طحاوی حنفی نے ایک روایت کے بارے میں کہا:

" من ذلك حديث يحيى بن سلام عن شعبة فهو حديث منكر ، لا يثبته أهل العلم بالرواية لضعف يحيى بن سلام عندهم ...... "

یحییٰ بن سلام کی شعبہ سے حدیث منکر ہے، علمائے حدیث اسے یحییٰ بن سلام کے ضعیف ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں مانتے۔ (شرح معانی الآثار:۱/۲۹۸)

تنبیہ: مصنف عبدالرزاق (۲/۱۲۰ ح ۲۷۴۵) میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا قول ضرور موجود ہے جس پر بحث آگے آرہی ہے۔ دیکھئے ص ۱۳۴

(45)

۴۵۔ عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل صلوٰۃ لا یقرأ فیہا بام الکتاب فہی خداج الا وراء الامام ۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۳۶، دارقطنی ج۱ ص۳۲۷)	حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

جواب: اس کا راوی یحییٰ بن سلام ضعیف ہے۔ دیکھئے حدیث سابق:۴۴

کتاب القراءت کے محولہ صفحے پر اسے "كثير الوهم" لکھا ہوا ہے، امام دارقطنی نے فرمایا:

" يحيى بن سلام ضعيف " (۱/۳۲۷ ح ۱۲۲۸)



(46)

۴۲۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ [علیہ] وسلم كل صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب [فلا] صلاة له الا وراء الامام (کتاب القراءۃ للبیہقی ص[illegible])	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نماز میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نہیں ہوتی سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی گئی ہو۔

جواب: اس روایت کے درج ذیل راوی نامعلوم التوثیق ہیں:

علی بن کیسان، بالویہ بن محمد، محمد بن شادل اور اسماعیل بن ابراہیم، صاحبِ ''حدیث اور اہلحدیث'' اور ان کی پارٹی پر یہ لازم ہے کہ ان راویوں کی توثیق بہ اصول محدثین ثابت کریں۔

(47)

۴۷۔ عن بلال قال امرني رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا اقرأ خلف الامام۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص[illegible])	حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں امام کے پیچھے قرأت نہ کروں۔

جواب: اس روایت کے ساتھ کتاب القراءت میں لکھا ہوا ہے:

" **هذا باطل** " یہ (روایت) باطل ہے۔ (ص۱۷۶ ح۴۱۷)

اس کا راوی احمد بن محمد بن قاسم: متہم ہے۔ (لسان المیزان: ۲۹۰/۱)

احمد بن عبدالرحمٰن السرخی کے حالات نامعلوم ہیں، اسماعیل بن الفضل کی توثیق بھی مطلوب ہے۔ نیز دیکھئے الکواکب الدریہ ص ۵۶

(48)

۴۸۔ عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ [وسلم] ما كان من صلاة يجهر فيها الامام بالقراءة [ف]ليس لاحد ان يقرأ معه۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص[illegible])	[حضر]ت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ [وسلم] نے فرمایا جس نماز میں امام جہر سے قرات کرتا ہو اس میں کسی [کو یہ] حق حاصل نہیں کہ وہ امام کے ساتھ قرات کرے۔

جواب: اس روایت کے فوراً بعد امام بیہقی نے اس کے بارے میں لکھا ہے:

" **هذه رواية منكرة** " یہ روایت منکر ہے۔ (ص۱۲۲ ح۳۰۳)

جس شخص کو امام بیہقی کے فیصلے سے اختلاف ہے وہ کسی دوسری کتاب سے یہ روایت پیش کرے۔

(49) عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم كل صلاة لا یقرأ فیها بام الكتاب فهی خداج الا صلاة خلف امام ۔ (كتاب القراءة للبیهقی ص ۱۷۱)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہوتی ہے سوائے اس نماز کے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

جواب: اس کا راوی عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے جس کے تعین میں اہل حدیث اور دیوبندیوں کے درمیان اختلاف ہے، قول راجح میں یہ ابوشیبہ الواسطی ہے دیکھئے جزء القراءۃ بتحقیقی (ح ۸۰) اور یہ الواسطی مشہور ضعیف ہے، اس پر جرح کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۳۱۴/۱)

(50) عن الشعبی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا قراءة خلف الامام ۔ (دارقطنی ۱ ص ۳۳۰)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے قرارت جائز نہیں۔

جواب: اس روایت کے بعد امام دارقطنی نے فرمایا: "هذا مرسل" (۳۳۰/۱ ح ۱۲۳۳)
یعنی یہ روایت منقطع ہے، محمد بن سالم مجروح ہے۔ (دیکھئے حدیث سابق: ۱۷ یہی باب)
علی بن عاصم پر جرح کے لئے دیکھئے نصب الرایہ (۳۷۲/۲، ۲۷/۳، ۱۰۹)

(51) عن ابن عباس قال لما مرض رسول الله صلی الله علیه وسلم مرضه الذی مات فیه كان فی بیت عائشة فقال ادعوا لی علیا قالت عائشة ندعو لك ابا بكر قال ادعوه قالت حفصة یا رسول الله ندعو لك عمر قال ادعوه قالت ام الفضل یا رسول الله ندعو لك العباس قال نعم فلما اجتمعوا رفع رسول الله صلی الله علیه وسلم رأسه فنظر فسكت فقال عمر قوموا عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم جاء بلال یؤذنه بالصلوة فقال مروا ابا بكر فلیصل بالناس فقالت عائشة یا رسول الله ان ابا بكر رجل رقیق حصر ومتی لا یراك یبكی والناس یبكون فلو امرت عمر یصلی بالناس فخرج ابو بكر فصلی بالناس فوجد رسول الله صلی الله علیه وسلم من نفسه خفة فخرج یهادی بین رجلین ورجلاه تخطان فی الارض فلما رآه الناس سبحوا بابی بكر فذهب لیستأخر فاومی الیه النبی صلی الله علیه وسلم ای مكانك فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فجلس عن یمینه وقام ابو بكر وكان ابو بكر یأتم بالنبی صلی الله علیه وسلم والناس یأتمون بابی بكر قال ابن عباس واخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم من القراءة من حیث كان بلغ ابو بكر الحدیث ۔
[illegible]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں تھے آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہ بولیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلا دیں۔ آپ نے فرمایا بلا دو۔ حضرت حفصہؓ بولیں یا رسول اللہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی بلالیں آپ نے فرمایا بلاؤ۔ حضرت ام فضل بولیں یا رسول اللہ عباس کو بھی بلالیں آپ نے فرمایا ہاں۔ جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو آپ نے اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھا اور خاموش رہے۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے اس وقت آپ کے پاس سے اٹھ جاؤ پھر حضرت بلالؓ نے آکر آپ کو نماز کی اطلاع کی۔ آپ نے فرمایا ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ بولیں یا رسول اللہ ابوبکرؓ نرم دل ہیں۔ جب آپ کو نہیں دیکھیں گے تو رونے لگیں گے اور لوگ بھی رو دیں گے۔ اگر عمرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیں تو اچھا ہو۔ پھر حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طبیعت میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ کے پاؤں سے زمین میں لکیریں پڑ رہی تھیں۔ جب لوگوں نے آپ کو دیکھا تو حضرت ابوبکرؓ کو متنبہ کرنے کے لیے سبحان اللہ کہا۔ حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ ہی ٹھہرو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے اور آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہو کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرتے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت اسی جگہ سے شروع فرمائی جس جگہ حضرت ابوبکرؓ پہنچے تھے۔

جواب: اس کا راوی ابو اسحاق مدلس ہے، دیکھئے نصب الرایہ (۲۱۶/۱) وظفر الأمانی (ص ۴۲۱) اور روایت معنعن ہے، ابو اسحاق پر مزید جرح کے لئے دیکھئے مجموعہ رسائل (۱۶۵/۱) وتحقیق مسئلہ آمین ص ۵۳، سنن الدارمی (۳۹۸/۱ ح ۱۴۶۹) والی سند میں قیس بن الربیع ضعیف ہے، دیکھئے نصب الرایہ (۱۹/۲) وغیرہ۔ دوسرا راوی ابو ہشام محمد بن یزید الرفاعی بھی مجروح ہے، دیکھئے حاشیہ سنن الدارقطنی (۳۸۲/۱ طبع عباس احمد الباز مکہ)

(52)

۵۲۔ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال من خلفه آمین فوافق قوله قول اهل السماء غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (مسلم ۱ صلاة)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اس کے پیچھے اس کا مقتدی آمین کہتا ہے، اور مقتدی کا قول اہل آسمان کے قول کے موافق ہو جاتا ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

جواب: اس روایت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ فاتحہ نہ پڑھیں، اور نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ امام آمین نہ کہے۔

(53)

۵۳۔ عن ابی هریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا امّن القاری فامّنوا فان الملائكة تؤمن فمن وافق تامينه تامين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (بخاری ج ۲ ص ۹۴۷، نسائی ج ۱ ص ۱۴۷، ابن ماجہ ص ۶۲)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب قاری آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

جواب: یہ روایت موضوع سے غیر متعلق ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۵۲

(54)

۵۴۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین فان الملائكة تقول آمین والامام یقول آمین فمن وافق تامینه تامین الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه۔ (نسائی ج ۱ ص ۱۴۷، دارمی ج ۱ ص ۲۸۴، مسند احمد ج ۲ ص ۲۳۳)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ فرشتے بھی آمین کہتے ہیں اور امام بھی آمین کہتا ہے سو جس کی آمین ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

جواب: غیر متعلق ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۵۲

(55)

۵۵۔ عن الحسن عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فقال زادک اللہ حرصا ولا تعد (بخاری ج۱ ص۱۰۸)	حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے چنانچہ یہ صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

جواب: اس حدیث کے راوی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور آپ کے جواب میں یہ بات نہیں ہے کہ انھوں (ابوبکرہ رضی اللہ عنہ) نے قیام کے بغیر رکوع کو شمار کرلیا تھا'' (جزء القراءت بتحقیقی: ۱۳۶)

یعنی اس روایت میں یہ صراحت نہیں ہے کہ مدرکِ رکوع کی رکعت ہو جاتی ہے۔

(56)

۵۶۔ عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان یفتتحون القراءۃ بالحمد للہ رب العلمین۔ (ترمذی ج۱ ص۳۳، ابوداؤد ج۱ ص۱۱۳، نسائی ج۱ ص۱۴۳)	حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم قراءۃ الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔

جواب: یہ روایت اہلِ حدیث کی دلیل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ امام ہوتے تھے اور ابوبکر اور عمر و عثمان رضی اللہ عنہم ان کے مقتدی، جب امام اور مقتدی سب سورۂ فاتحہ سے نماز شروع کرتے تھے تو یہ ثابت ہو گیا کہ مقتدی کو بھی سورۂ فاتحہ ضرور پڑھنی چاہئے، غالباً اسی وجہ سے امام الدنیا فی فقہ الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اپنی کتاب جزء القراءت میں لائے ہیں، دیکھئے ح ۱۱۷-۱۲۸)

(57)

۵۷۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفتتح الصلوٰۃ بالتکبیر والقراءۃ بالحمد للہ رب العلمین۔ الحدیث (ابوداؤد ج۱ ص۱۱۲)	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اللہ اکبر کہہ کر شروع فرماتے تھے اور قراءت الحمد للہ رب العلمین سے۔

جواب: یہ روایت بھی اس کی واضح دلیل ہے کہ (امام ہو یا مقتدی) نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہئے۔ والحمد للہ

(58)

۵۸۔ عن عبادة بن الصامت يبلغ بـه النبي صلى الله عليـه وسلم قال لاصلوٰة لـمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً قال سفيان لـمن يصلي وحده (ابوداود ج ۱ ص...)

حضرت عبادہ بن صامت رضی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ مزید کچھ اور نہ پڑھے۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

قال الامام الترمذي وأما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبي صلى الله عليه وسلم لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده (ترمذی ج ۱ ص...)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کہ اس کی نماز جائز نہیں جو سورۃ فاتحہ کے ساتھ قراءت نہ کرے کے متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔

جواب: اس روایت کے متن کے تین حصے ہیں:

الف: فصاعداً

انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں:

''پھر احناف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث سے مراد فاتحہ اور سورت ملانے کا وجوب ہے لیکن یہ (بات) لغت کے خلاف ہے کیونکہ اہل لغت اس پر متفق ہیں کہ ف کے بعد جو ہو وہ غیر ضروری ہوتا ہے، سیبویہ (نحوی) نے (اپنی) الکتاب کے باب الاضافہ میں اس کی صراحت کی ہے''

(العرف الشذی ص ۷۶ ترجمہ از راقم الحروف، نیز دیکھئے جزء القراءت بتحقیقی)

ب: سفیان بن عیینہ کا قول:

یہ قول سفیان بن عیینہ سے ثابت نہیں ہے۔ سفیان رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸ھ میں فوت ہوئے جبکہ امام ابوداود ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے، لہٰذا یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت ہی نہیں ہے اور یہ خیال کرنا غلط ہے کہ ابوداود نے یہ قول قتیبہ بن سعید یا ابن السرح سے سنا ہوگا، اگر ان سے سنا ہوتا تو یہ نہ فرماتے کہ " قال سفيان " بلکہ فرماتے "قال قتيبة أو ابن السرح : قال سفيان "

ج: احمد بن حنبل

" واختار أحمد مع هٰذا القراء ة خلف الإمام وأن لايترك الرجل



فاتحة الكتاب وإن كان خلف الإمام "

اور اس کے باوجود احمد نے قراءت خلف الامام کو اختیار کیا، اور یہ کہ آدمی امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ ترک نہ کرے۔ (ص ۷۱ مع العرف الشذی)

معلوم ہوا کہ احمد کے نزدیک ''ترک القراءۃ خلف الامام'' کا باب غلط ہے۔

خلفاء راشدین امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتے تھے

عبد الرزاق عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم عن ابيه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن القراءة خلف الامام قال واخبرني اشياخنا ان عليا قال من قرأ خلف الامام فلا صلاة له قال واخبرني موسى بن عقبة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم وابو بكر وعمر وعثمان كانوا ينهون عن القراءة خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

امام عبدالرزاق عبدالرحمٰن بن زیدؒ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ عبدالرحمٰن بن زیدؒ فرماتے ہیں۔ مجھے میرے مشائخ نے خبر دی ہے کہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی موسیٰ بن عقبہؒ نے مجھے خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

جواب: عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم: ضعیف ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۱۵

(1)

حضرت عمر فاروقؓ کا فرمان

۱۔ عن نافع وانس بن سيرين قال قال عمر بن الخطاب تكفيك قراءة الامام۔ (مصنف ابن ابي شيبة)

امام نافعؒ اور انس بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

جواب: انس بن سیرین ۳۳ یا ۳۴ھ میں پیدا ہوئے (تہذیب التہذیب: ۱/۳۷۴) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے (تقریب التہذیب: ۴۸۸۸) نافع نے (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا (اتحاف المہرۃ: ۱۲/۳۸۶) لہٰذا یہ روایت منقطع ہے، امام ابوحنیفہ منقطع روایت کو حجت نہیں سمجھتے دیکھئے شرح معانی الآثار: ۲/۱۶۴ باب الرجل يسلم في دار الحرب وعنده أكثر مع أربع نسوة.

(2)

۲۔ عن القاسم بن محمد قال قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه لا يقرأ خلف الامام جهر او لم يجهر (كتاب القراءة للبيهقي ص ۱۳۵)

حضرت قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے امام جہر کرے یا نہ کرے۔

جواب: اس کا راوی سفیان ثوری: مدلس ہے۔

(الجوہر النقی: ج ۸ ص ۲۶۲، خزائن السنن: ۲/۷۷، مجموعہ رسائل: ۳/۳۳۱، آئینہ تسکین الصدور ص ۹۰، ۹۲)

مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی۔

(خزائن السنن: ۱/۱، جزء القراءت تحقیق: امین اوکاڑوی دیوبندی: ج ۶۲ ص ۷۲)

(3)

۲۔ اخبرنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطابؓ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا۔ (موطا امام محمدؒ صفحہ ۹۸)	محمد بن عجلانؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا کہ کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈال دیئے جائیں۔

جواب: اس کا راوی محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

(1)

حضرت علیؓ کا فرمان ۱۔ عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرۃ۔ (دارقطنی و مصنف ابن ابی شیبہ)	حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے فطرت کو کھو دیا۔"

جواب: سنن الدارقطنی (۳۳۲/۱ ح ۱۲۴۳) والی روایت میں قیس بن ربیع: ضعیف ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۵۱

حسین بن عبدالرحمٰن محمد الازدی: مجہول اور احمد بن محمد بن سعید بن عقدۃ (الرافضی) غیر موثق، بُرا آدمی اور چور ہے، دیکھئے الکامل لابن عدی (۲۰۹/۱) وسوالات السہمی (۱۶۶) وتاریخ بغداد (۲۲/۵)

اہل حدیث کے خلاف ایک پیشہ ور چور کی روایت پیش کر کے دیوبندی حضرات یہ سمجھ رہے ہیں کہ میدان مار لیا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (۳۷۶/۱ ح ۳۷۸۱) والی روایت " عن عبد الرحمٰن الأصبهاني عن ابن أبي ليلٰى عن علي " کی سند سے ہے، الاصبہانی کے استاد ابن ابی لیلیٰ سے مراد مختار بن عبداللہ بن ابی لیلیٰ ہے دیکھئے جزء القراءت للبخاری (۳۸ بتحقیقی) وکتاب القراءت للبیہقی: ص ۱۹۰ ح ۴۱۷ وسنن الدارقطنی (۳۳۱/۱ ح ۱۲۴۱)

امام دارقطنی نے فرمایا:

" ولا يصح إسناده " اور اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

ابن حبان نے کہا:

" هذا الشئي لا أصل له ...... وابن أبي ليلٰى هذا رجل مجهول "



اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے......اور یہ (مختار) بن ابی لیلیٰ مجہول انسان ہے۔

(المجروحین: ۵/۲)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''یہ (اثر بلحاظِ سند) صحیح نہیں ہے کیونکہ مختار معروف نہیں ہے''

○

۲۔ عن داود بن قیس عن محمد بن عجلان قال قال علی من قرأ مع الامام فلیس علی الفطرۃ۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷ و طحاوی ج ۱ ص ۱۵۱)	محمد بن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ قرأت کی وہ فطرۃ (اسلام کے طریقہ) پر نہیں ہے۔

جواب: محمد بن عجلان طبقۂ خامسہ میں سے ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۱۳۶)

طبقۂ خامسہ کے کسی راوی کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

①

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا قول و عمل

۱۔ عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبد اللہ بن مسعود فقال یا ابا عبد الرحمن اقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلوٰۃ شغلا وسیکفیک ذلک الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ)	حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا (قرأت) کے وقت خاموش رہو کیونکہ نماز میں (انسان) قرأت میں مشغول ہے اور تمہیں امام کی قرأت کافی ہے۔

جواب: اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں ماعدا الفاتحہ نہ پڑھا جائے اِلا یہ کہ بھولنے والے قاری کو لقمہ دیا جائے۔

②

۲۔ عن علقمۃ بن قیس ان عبد اللہ بن مسعود کان لا یقرأ خلف الامام فیما یجھر فیہ و فیما یخافت فیہ فی الاولیین و لا فی الاخریین الخ (موطا امام محمد ص ۹۹)	حضرت علقمہ بن قیسؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں نہ پہلی رکعتوں میں نہ آخری رکعتوں میں۔

جواب: اس کا راوی محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

③

عن علقمۃ عن عبد اللہ قال لان اعض علی جمر الغضا احب الی من ان اقرأ خلف الامام۔ (کتاب القرأت للبیہقی ص ۱۳۲ و موطا امام محمد ص ۱۰۰)	حضرت علقمہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا مجھے جنڈ درخت کے جلتے کوئلوں کو منہ میں لے لینا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں۔

جواب: کتاب القراءت للبیہقی (ح ۳۴۳) والی روایت کا راوی عمرو بن عبدالغفار الرافضی جمہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے دیکھئے لسان المیزان (۳۶۹/۴ ، ۳۷۰) دوسرا راوی ابن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

(فیض الباری: ۶۸/۳ او معارف السنن: ۲۹۰/۵)

دوسری روایت کا راوی محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔(دیکھئے حدیثِ سابق: ۳۱)

④

عن علقمة عن ابن مسعودؓ قال ليت الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه ترابا۔	حضرت علقمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

جواب: اس کا راوی ابواسحاق السبیعی مدلس ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۵۱، اور سند معنعن ہے۔

⑤

عن عبد اللّٰه بن مسعود رضي الله عنه قال يا فلان لا تقرأ خلف الامام الا ان يكون اماما لا يقرأ۔ (مجمع الزوائد)	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا اے فلاں امام کے پیچھے قرأت نہ کیا کر الا یہ کہ کوئی قرأت نہ کرتا ہو۔

جواب: مجمع الزوائد میں یہ روایت بحوالہ ''الطبرانی فی الکبیر'' منقول ہے، المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۹ ص ۳۰۳ ح ۹۳۱۲) میں ابوحمزہ (میمون الاعور) کی سند سے یہ موجود ہے۔ میمون مذکور کے بارے میں امام احمد نے فرمایا: ''متروك'' ابن معین نے کہا: ''ليس بشيء'' (نصب الرایہ: ۳۷۳/۲)

①

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول و عمل

مالك عن نافع ان عبد الله بن عمر كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف الامام فحسبه قراءة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر لا يقرأ خلف الامام (موطا امام مالک)	امام مالکؒ بواسطہ نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ کیا کوئی امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہے تو آپ فرماتے کہ تم میں سے کوئی جب امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے امام کی قرأت ہی کافی ہے اور جب اکیلا نماز پڑھے تو قرأت کر لیا کرے۔ نافعؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کیا کرتے تھے۔



جواب: یہ روایت ماعدا الفاتحہ پر محمول ہے، یعنی جہری نمازوں میں فاتحہ کے علاوہ امام کی جوقراءت ہے وہی مقتدی کی قراءت ہے۔

(2)

۱۔ عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الامام کفته قراءته۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۶)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے لیے امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

جواب: محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

(3)

۲۔ عن ابن عمر انہ سئل عن القراءۃ خلف الامام قال تکفیك قراءۃ الامام (مؤطا امام محمد ص ۹۸)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

جواب: محمد بن الحسن کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

(4)

۴۔ عن انس بن سیرین قال سألت ابن عمر اقرأ مع الامام فقال انك لضخم البطن تکفیك قراءۃ الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۰ کتاب القرأت بیہقی)	حضرت علامہ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے سوال کیا کہ کیا میں امام کے ساتھ قرأت کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو بڑے موٹے پیٹ کے ہو تمہیں امام کی قرأت ہی کافی ہے۔

جواب: اس کا راوی ہشام بن حسان مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین: ۳/۱۱۰)

طبقات المدلسین کا ذکر دیوبندیوں نے اصولِ حدیث میں کیا ہے۔

(علوم الحدیث ص ۱۴۷ تالیف: محمد عبیداللہ الاسعدی)

یہ روایت معنعن ہے۔ کتاب القراءت (ص ۱۵۷ ح ۳۷۳) والی روایت انتہائی مختصر اور دوسری سند سے ہے۔ "یکفیك قراءۃ الإمام" اس اثر کا مطلب یہ ہے کہ جہری نمازوں میں فاتحہ کے سوا امام کی قراءت تیرے لئے کافی ہے۔ والحمدللہ

(5)

۵۔ عن ابن عمر کان ینھی عن القراءۃ خلف الامام (مصنف عبدالرزاق ۱۶)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

جواب: یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے جہراً یا ماعدا الفاتحہ فی الجہر یہ سے منع کرتے تھے۔ (ص ۳۲۳)

(6)

عن القاسم بن محمد قال كان ابن عمر لايقرأ خلف الامام جهر او لم يجهر الحديث ۔
(كتاب القراءة للبيهقي ص...)

قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے خواہ امام اونچی آواز سے قرأت کرے یا نہ کرے۔

جواب: یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے جہری اور سری میں فاتحہ کے علاوہ قراءت نہیں کرتے تھے۔نافع فرماتے ہیں کہ

'' كان إذا كان مع الإمام يقرأ بأم القرآن فأمن الناس أمن ابن عمرو رأى تلك السنة ''

(ابن عمر) جب امام کے ساتھ ہوتے (تو) سورۂ فاتحہ پڑھتے پھر جب لوگ آمین کہتے (تو) ابن عمر آمین کہتے اور اسے سنت سمجھتے تھے۔

(صحیح ابن خزیمہ: ج۱ص ۲۸۷ ح ۵۷۲ وسندہ حسن واُخطأ من قال: اسنادہ ضعیف)

اس میں اسامہ بن زید سے مراد اللیثی ہے جو کہ حسن الحدیث، وثقہ الجمہور ہے۔

(7)

عن عبيد الله بن مقسم انه سأل عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبد الله فقالوا لا تقرءوا خلف الامام في شيء من الصلوات ۔ (طحاوی ج۱ ص...)

عبیداللہ بن مقسمؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ زید بن ثابتؓ اور جابر بن عبداللہؓ سے امام کے پیچھے قرارت کے بارے میں سوال کیا تو ان حضرات نے فرمایا کسی بھی نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

جواب: یعنی امام کے پیچھے کسی نماز میں بھی (لقمہ کے علاوہ) جہراً قراءت نہیں کرنی چاہئے، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ظہر وعصر میں فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ: ۸۴۳ وقال البوصیری: ھذا اسناد صحیح رحاشیۃ السندھی علیٰ سنن ابن ماجہ: ۱/۲۷۸)

(1)

حضرت زید بن ثابتؓ کا قول وعمل

عن عطاء بن يسار انه اخبره انه سأل زيد بن ثابت عن القراءة مع الامام فقال لا قراءة مع الامام في شيء (مسلم ج۱ ص...، نسائی ج۱ ص...)

حضرت عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔



جواب: دیکھئے حدیث سابق: ۷

یعنی امام کے پیچھے جہراً قراءت نہیں کرنی چاہئے۔

(2)

۲۔ عن زید بن ثابت قال لا یقرأ خلف الامام ان جھر ولا ان خافت۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱ ص۳۷۶)

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرے نہ جب کہ امام جہر سے قرأت کرے اور نہ جب کہ وہ آہستہ سے قرأت کرے۔

جواب: دیکھئے حدیث سابق: ۷، ۱

(3)

۳۔ عن ابن زکوان عن زید بن ثابت و ابن عمر کانا لا یقرآن خلف الامام۔ (مصنف عبدالرزاق ۲ ص۱۴۰)

ابن زکوانؒ سے مروی ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ دونوں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

جواب: دیکھئے حدیث سابق: ۷، ۶

(4)

۴۔ عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت یحدثہ عن جدہ انہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلاۃ لہ (مؤطا امام محمد ص۱۰۲، مصنف ابن ابی شیبۃ ۱ ص۳۷۶، مصنف عبدالرزاق ۲ ص۱۳۷)

حضرت زید بن ثابتؓ کے پوتے موسیٰ بن سعدؒ سے مروی ہے کہ ان کے دادا حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

جواب: موسیٰ بن سعد بن زید بن ثابت کی ان کے دادا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں ہے، اس روایت پر امام بخاری نے جرح کی ہے، دیکھئے جزء القراءت: ح ۴۵

(5)

۵۔ عن موسی بن سعد عن ابن زید بن ثابت عن ابیہ زید بن ثابت قال من قرأ وراء الامام فلا صلاۃ لہ۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص۱۷۴)

حضرت موسیٰ بن سعدؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی اس کی نماز نہیں ہوئی۔

جواب: اس کے راوی سفیان الثوری مدلس ہیں۔ دیکھئے جواب سابق: ص۱۲۹ (۲)

(1)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا فرمان

۱۔ اخبرنا داود بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ۔ (مؤطا امام محمد ص۱۰۰)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی داود بن قیس فراءؒ مدنی نے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی بیٹے نے ان سے ذکر کیا کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

جواب: محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے، دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

(2)

۱۔ عن ابی بجاد عن سعد قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱ص۳۷۶)	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

جواب: ابونجاد: مجہول ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''معروف نہیں ہے اور نہ اس کا نام معلوم ہے'' (جزء القراءت: ۳۹ بتحقیقی)

(1)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فرمان

۱۔ عن ابی حمزۃ قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال لا ۔ (طحاوی ج۱ ص۱۵۱)	ابوحمزہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا میں اس صورت میں قرات کر سکتا ہوں کہ امام میرے آگے ہو۔ آپ نے فرمایا نہیں۔

جواب: یعنی امام کے پیچھے جہراً قراءت نہیں کرنی چاہئے، ابن عباس رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ " اقرأ خلف الإمام بفاتحة الكتاب " امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۷۵ ح ۳۷۷۳ وھو صحیح)

(2)

عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ قیل لہ ان ناسا یقرؤن فی الظہر والعصر فقال لو کان لی علیہم سبیل لقلعت السنتہم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فکانت قراءتہ لنا قراءۃ وسکوتہ لنا سکوتا ۔ (طحاوی ج۱ ص۱۶۱)	حضرت عکرمہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ سے کہا گیا کہ کچھ لوگ ظہر و عصر میں قرأت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اگر میرا ان پر بس چلے تو میں ان کی زبانیں کھینچ لوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت کی سو آپ کی قرأت ہماری قرأت تھی اور آپ کا سکوت ہمارا سکوت تھا۔

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ظہر و عصر میں جہراً قراءت کرتے تھے، خود ابن عباس رضی اللہ عنہ قراءتِ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

دیکھئے حدیث سابق: ۱

(1)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول وعمل

۱۔ مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ۔ (موطا امام مالک ص۶۲ ۔ ترمذی ج۱ ص۷۱)	حضرت امام مالکؒ ابونعیم وہب بن کیسانؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو گویا اس نے نماز ہی نہیں پڑھی الا یہ کہ امام کے پیچھے ہو۔

جواب: اس قول سے معلوم ہوا کہ امام ہو یا مفرد، ہر رکعت میں اگر سورۂ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ رکعت نہیں ہوتی، نیز دیکھئے (حدیث اور اہلحدیث ص ۳۵۳-۳۶۰) صرف مقتدی کی نماز (ادراکِ رکوع کی حالت میں) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہو جاتی ہے، جب کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک مدرکِ رکوع کی رکعت بھی نہیں ہوتی جیسا کہ آگے آرہا ہے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فاتحہ خلف الامام کے قائل وفاعل تھے۔

(دیکھئے سنن ابن ماجہ: ۸۴۳)

(2)

۱۔ عن جابر قال لا یقرأ خلف الامام۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۱ صفحہ ۳۷۶)	حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے

جواب: دیکھئے حدیث سابق: ۱

(3)

۲۔ عن عبید اللہ بن مقسم قال سألت جابر بن عبداللہ اتقرأ خلف الامام فی الظھر والعصر شیأ فقال لا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ صفحہ [illegible])	حضرت عبید اللہ بن مقسمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ظہر وعصر میں امام کے پیچھے کچھ پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں۔

جواب: یعنی کیا آپ ظہر وعصر میں امام کے پیچھے جہراً قراءت کرتے ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا: نہیں۔ یہ تاویل اس لئے کی گئی ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ظہر وعصر میں فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے (سنن ابن ماجہ: ۸۴۳ وسندہ صحیح) ورنہ پھر اس روایت کو فعلِ صحابی کی وجہ سے، حنفی ودیوبندی وبریلوی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے منسوخ ماننا پڑے گا۔

حضرت ابو درداءؓ کا فرمان

عن کثیر بن مرۃ عن ابی الدرداء قال قام رجل فقال یا رسول اللہ أفی کل صلوٰۃ قرآن قال نعم فقال رجل من القوم وجب ھذا فقال ابو الدرداء یا کثیر وانا الی جنبہ لا اری الامام اذا ام القوم الا قد کفاھم۔ (طحاوی ج ۱ صفحہ [illegible]، دارقطنی ج ۱ صفحہ ۳۳۳ [illegible])	حضرت کثیر بن مرۃؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا ایک صاحب اٹھے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر نماز میں قرأت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، لوگوں میں سے ایک صاحب بولے کہ پھر تو قرأت واجب ہو گئی۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ اے کثیر میں اس کے پہلو میں تھا۔ میں نے کہا کہ میرا خیال تو یہی ہے کہ جب امام لوگوں کی امامت کرتا ہے تو اس کی قرأت ہی لوگوں کو کافی ہوتی ہے۔

جواب: یعنی جہری نماز میں سورۂ فاتحہ کے علاوہ، امام کی قراءت مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔

حضرت علقمہ بن قیسؒ م ۶۸ھ کا قول و عمل

عن ابراهيم قال ما قرأ علقمة بن قيس قط فيما يجهر فيه ولا فيما لا يجهر فيه ولا في الركعتين الاخريين ام القرآن ولا غيرها خلف الامام۔ (کتاب الآثار بروایت امام محمد ص ۲۲)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ علقمہ بن قیسؒ نے امام کے پیچھے کبھی کسی نماز میں قرأت نہیں کی، نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں (نہ پہلی رکعتوں میں) اور نہ پچھلی رکعتوں میں نہ سورۂ فاتحہ اور نہ کوئی اور سورۃ۔

☆جواب: اس کا راوی محمد بن الحسن: کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

عن ابراهيم النخعي عن علقمة بن قيس قال لان اعض على جمرة احب الى من ان اقرأ خلف الامام۔ (موطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا کہ میں انگارہ منہ میں لے لوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔

☆جواب: محمد بن الحسن: کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

عن معمر عن ابي اسحق ان علقمة بن قيس قال وددت ان الذي يقرأ خلف الامام ملئ فوه قال احسبه قال ترابا او رضفا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

ابو اسحاقؒ سے مروی ہے کہ حضرت علقمہ بن قیسؒ نے فرمایا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ بھر دیا جائے ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس کا منہ مٹی سے یا آگ کے انگارے سے بھر دیا جائے

حضرت عمرو بن میمونؒ م ۷۴ھ کا فرمان

عن مالك بن عمارة قال سألت لا ادري كم رجل من اصحاب عبد الله كلهم يقولون لا يقرء خلف امام منهم عمرو بن ميمون۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج۱ ص ۳۷۶)

مالک بن عمارہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بے شمار اصحاب اور تلامذہ سے جن میں عمرو بن میمونؒ بھی ہیں امام کے پیچھے قرأت کرنے کے متعلق سوال کیا تو ان سب نے جواب دیا کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیئے۔

جواب: مالک بن عمارہ مجہول ہے، نیموی نے کہا:

" فيه مالك بن عمارة :لم أقف من هو "

یعنی اس میں مالک بن عمارہ ہے۔ میں اسے نہیں جانتا۔



(التعلیق الحسن علیٰ آثار السنن: ص ۱۱۷ تحت ح ۳۷۲)

دوسرا راوی اشعث (بن سوار) ضعیف ہے۔ دیکھئے نصب الرایہ (۱/۲۰، ۲/۴۶۴) وغیرہ۔ ضعفہ الجمہور

①

حضرت اسود بن یزیدؒ م ۷۵ھ کا فرمان

۱۔ عن ابراھیم قال قال الاسود لان اعض علی جمرۃ احب الی ان اقرأ خلف الامام اعلم انہ یقرأ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت اسود بن یزیدؒ نے فرمایا کہ میں اس بات کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ میرے منہ میں آگ کی چنگاری ڈال دوں بجائے اس کے کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں جبکہ مجھے علم ہے کہ وہ پڑھتا ہے۔

جواب: یہ اثر ماعدا الفاتحہ اور جہراً قراءت خلف الامام پر محمول ہے۔

②

۲۔ عن ابراھیم عن الاسود قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے۔

جواب: سفیان ثوری مدلس ہیں۔ دیکھئے حدیث سابق: ۶ ص ۳۲۹

اعمش اور ابراہیم دونوں مدلس ہیں دیکھئے طبقات المدلسین لابن حجر (۲/۵۵، اور ۲/۳۵)

حضرت سوید بن غفلہؒ م ۸۱ھ کا فرمان

عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلۃ اقرأ خلف الامام فی الظھر والعصر قال لا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱)

ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؒ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں فرمایا نہیں۔

جواب: یعنی ظہر وعصر میں سوید بن غفلہ کے نزدیک ماعدا الفاتحہ: قراءت نہیں کرنی چاہئے، یاد رہے کہ صحابۂ کرام وغیرہم کے نزدیک ظہر وعصر میں ماعدا الفاتحہ قراءت صحیح وجائز ہے۔ والحمد للہ

حضرت سعید بن المسیبؒ م ۹۴ھ کا فرمان

عن قتادۃ عن ابن المسیب قال انصت للامام (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۱ ص ۳۷۷)

حضرت سعید بن المسیبؒ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے بالکل خاموشی اختیار کرو۔

جواب: قتادہ مدلس ہیں (دیکھئے جزء رفع الیدین بتحریفات: محمد امین اوکاڑوی دیوبندی

ص ۲۸۹ ح ۲۹۲-۱۳۱ اس کا حاشیہ) اور روایت معنعن ہے۔

(1)

حضرت ابراہیم نخعیؒ م ۹۶ھ کا فرمان

۱۔ عن مغيرة عن ابراهيم انه كان يكره القراءة خلف الامام وكان يقول تكفيك قراءة الامام (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت مغیرہؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعیؒ امام کے پیچھے قراءت کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ تجھے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

جواب: ہشیم مدلس ہے۔ دیکھئے حدیث سابق

(2)

۱۔ عن ابراهيم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتهم۔ (مؤطا امام محمد ص ۹۸)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ اول وہ شخص جس نے امام کے پیچھے قراءت کی وہ ایسا آدمی تھا جس پر بدعتی ہونے کا الزام لگایا گیا تھا

جواب: محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

(3)

۲۔ عن ابراهيم قال الذى يقرأ خلف الامام شاق (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۶)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فاسق ہے۔

جواب: یعنی بشرطِ صحت ابراہیم نخعی کے نزدیک جو شخص امام کے پیچھے جہراً قراءت کرتا ہے وہ شاق (مشقت میں ڈالنے والا) ہے، صاحب ''حدیث اور اہلحدیث'' نے شاق کا معنی خود گھڑ کر ''فاسق'' لکھ دیا ہے! مؤدبانہ گزارش ہے کہ اپنی کتاب ''القاموس الوحید'' کا ہی مطالعہ کر لیں کہ ''شاق'' کا کیا مطلب ہے؟

اس کا راوی اکیل مؤذن ابراہیم النخعی مجہول الحال ہے اسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (الثقات: ۶/ ۸۷)

(4)

۴۔ عن ابراهيم قال اول ما احدثوا القراءة خلف الامام وكانوا لا يقرءون (الجوہر النقی ج ۲ ص ۱۶۹)

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ لوگوں نے امام کے پیچھے قراءت کرنے کی بدعت ایجاد کی ہے اور وہ (صحابہ کرام اور تابعین) امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔

جواب: اس میں ابوخالد الاحمر بقولِ امام احمد بن حنبل: مدلس ہے۔ (جزء القراءت للبخاری: ح ۲۶۷) اعمش مدلس ہے۔ کما تقدم جواب ص ۳۴۰ (۲)



حضرت محمد بن سیرینؒ م ۱۱۰ھ کا فرمان

عن محمد قال لا اعلم القراءة خلف الامام من السنة ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ...)

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے قراءت کرنے کو سنت نہیں جانتا۔

جواب: یعنی امام کے پیچھے جہراً قراءت کرنا سنت نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ م ۱۵۰ھ کا مسلک

قال محمد لا قراءة خلف الامام فیما جهر فیه ولا فیما لم یجهر و بذالک جاءت عامة الآثار و هو قول ابی حنیفة (موطا امام محمد ...)

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے قراءت جائز نہیں نہ جہری نمازوں میں نہ سری نمازوں میں اس کی تائید میں عام آثار وارد ہوئے ہیں اور یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

جواب: محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

حضرت امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) کا مسلک

قال محمد وبه ناخذ لا نری القراءة خلف الامام فی شیء من الصلوٰة یجهر فیه او لا یجهر (کتاب الآثار بروایت الامام محمدؒ ص ...)

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہی ہمارا مسلک ہے ہم کسی بھی نماز میں خواہ جہری ہو یا سری امام کے پیچھے قراءۃ کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

جواب: یہ شخص جسے ''امام محمد'' لکھا ہوا ہے محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی ہے جو کہ مشہور کذاب ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۱

حضرت امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)، امام زہریؒ (م ۱۲۵ھ)، سفیان (م ۱۶۱ھ)، سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ)، اور اسحٰق بن راہویہؒ (م ۲۳۸ھ) کا مسلک

وجملة ذالك ان القراءة غير واجبة على المأموم فيما جهر به الامام ولا فيما اسر نص عليه احمد في رواية الجماعة وبذا قال الزهري والثوري وابن عيينة ومالك وابو حنيفة واسحٰق ۔ (مغنی ابن قدامہ ...)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقتدی پر قراءت واجب نہیں ہے نہ جہری نمازوں میں نہ سری میں ــــــ امام احمدؒ نے صراحت کے ساتھ یہ بیان کیا ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے ان سے نقل کیا ہے، اور امام زہریؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور اسحٰق ابن راہویہؒ بھی اسی کے قائل ہیں

جواب: یہ سارے حوالے بلاسند ہیں۔

حضرت امام شافعیؒ م ۲۰۴ کا مسلک

نحن نقول كل صلاة صليت خلف الامام والامام يقرأ قراءة لا يسمع فيها قرأ فيها ۔ (کتاب الام ج ۵، ص ...)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراءت کر رہا ہو جو سنی نہ جاتی ہو تو مقتدی ایسی نماز میں قراءت کرے۔

جواب: امام شافعی نے آخری عمر میں اس فتوے سے رجوع کر لیا تھا اور فرمایا:

" لا تجزيء صلوٰة المرء حتّى يقرأ بأم القران في كل ركعة ، إماماً كان أوما موماً ، كان الإمام يجهر أو يخافت "

(ہر) آدمی کی نماز اس وقت تک جائز نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھے، امام ہو یا مقتدی، امام جہر سے پڑھ رہا ہو یا خفیہ......

(معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲/۵۸ وسندہ صحیح وقال الربیع: ''وھذا آخر قول الشافعی.....'')

آخری اور ناسخ قول کو چھوڑ کر منسوخ قول پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی م ۵۶۱ھ کا فرمان

وكذالك ان كان ماموما ينصت الى قراءة الامام ويفهمها۔

ایسے ہی اگر نماز پڑھنے والا مقتدی ہے تو اس کو امام کی قراءت کے لیے خاموش رہنا چاہیے اور اس کی قراءت کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (غنیۃ الطالبین مترجم ص۵۹)

جواب: شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نماز کے ...... پندرہ رکن ہیں۔ کھڑا ہو (۱) اور تکبیر تحریمہ (۲) کہے اور سورۂ فاتحہ پڑھے (۳)......'' (غنیۃ الطالبین: مترجم ص۶)

اور رفع یدین کو سنت لکھا ہے (ص ۷)

دیوبندی حضرات نہ تو سورۂ فاتحہ کو رکن مانتے ہیں اور نہ رفع یدین کو سنت، معلوم ہوا کہ شیخ صاحب کے قول کا مطلب صرف یہ ہے کہ رکنِ فاتحہ دل میں پڑھنے کے بعد امام کی قراءت سننے اور سمجھنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

علامہ ابن تیمیہ م ۷۲۸ھ کا فیصلہ

فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين اوجبوها على الماموم فحديثهم ضعفه الائمة۔ (تنوع العبادات ص۸۶ بحوالہ احسن الکلام ص۱۹)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع تو طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قراءت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف ہیں اور ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے مقتدی کے لیے قراءت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔



جواب: امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

" فيقرأ في حال السر ولا يقرأ في حال الجهر "

سری حالت میں قراءت کرنی چاہیئے اور جہری حالت میں قراءت نہیں کرنی چاہیئے۔

(الفتاوی الکبریٰ لابن تیمیہ: ۱/۱۰۴)

چونکہ دیوبندی حضرات سری نمازوں میں بھی قراءت الفاتحہ کے قائل نہیں ہیں لہٰذا وہ امام ابن تیمیہ کے مخالف ہیں ۔ جہری میں امام ابن تیمیہ کے قول کو ماعدا الفاتحہ پر محمول کیا جائے گا، امام ابن تیمیہ سے صدیوں پہلے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

''امام پر حق ہے کہ وہ نماز شروع کرتے وقت تکبیر اولیٰ کے بعد سکتہ کرے اور سورۂ فاتحہ کی قراءت کے بعد سکتہ کرے تا کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے سورۂ فاتحہ پڑھ لیں، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ (مقتدی) اسی کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھے اور جلدی ختم کرلے، پھر کان لگا کر سنے''

(کتاب القراءت للبیہقی: ص۱۰۶ ح۲۴۷ وسندہ صحیح، وجزء القراءت بتحقیقی: ۲٦)

امام اوزاعی کے اس قول کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(ص۳۴۴ تا ۳۵۳ تک)

جواب: یہ وہی باتیں ہیں جن کے جوابات گزر چکے ہیں۔

☆ سورۂ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں آپ نے اسی مضمون میں امام اوزاعی اور امام شافعی رحمہم اللہ کے اقوال پڑھ لئے ہیں، آپ خود فیصلہ کریں کہ فاتحہ خلف الامام کیا صرف اہلِ حدیث ہی کا مسلک ہے یا امام شافعی وغیرہ بھی یہی مسلک و مذہب رکھتے تھے؟

جواب: إدراك الركعة بإدراك الركوع مع الإمام

(1)

ادراك الركعة بادراك الركوع مع الامام
جس نے امام کو رکوع میں پا لیا اس نے وہ رکعت پالی

۱۔ عن الحسن عن ابی بکرۃ انہ انتھی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو راکع فرکع قبل ان یصل الی الصف فذکر ذالك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال زادك اللہ حرصا ولا تعد (بخاری ۱ صـ ۱۰۸)

حضرت حسن بصریؒ حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس (مسجد نبوی میں) پہنچے تو آپ رکوع میں جا چکے تھے۔ چنانچہ صف میں ملنے سے قبل ہی وہ رکوع میں چلے گئے (اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے) نبی علیہ السلام کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے پھر ایسا نہ کرنا۔

جواب: اس روایت سے بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی سلام پھیر دیا تھا، لہٰذا "ادراک الرکعۃ" کا مسئلہ اس سے ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے جواب ص ۱۲۶ (۵۵)

(2)

۱۔ عن زید بن وھب قال دخلت انا وابن مسعود المسجد والامام راکع فرکعنا ثم مضینا حتی استوینا بالصف فلما فرغ الامام قمت اقضی فقال قد ادرکتہ۔
(معجم طبرانی کبیر ۹ صـ ۲۷۱)

حضرت زید بن وھبؒ فرماتے ہیں کہ میں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوئے تو امام رکوع میں جا چکا تھا چنانچہ ہم بھی رکوع میں چلے گئے اور آہستہ چلتے چلتے صف میں مل گئے جب امام فارغ ہوا تو میں اٹھ کر (وہ رکعت) قضا کرنے لگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ بھئی تم نے وہ رکعت پالی ہے۔

جواب: اس سے معلوم ہوا کہ زید بن وہب، جو کہ کبار تابعین میں سے تھے، اس بات کے قائل تھے کہ مدرکِ رکوع مدرکِ رکعت نہیں ہے ورنہ وہ قضا کس لئے کر رہے تھے؟ لہٰذا اس مسئلے پر اجماع کا دعویٰ باطل ہے۔ سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ

" لا يركع أحدكم حتّى يقرأ بأم القرآن "

کوئی آدمی بھی سورۂ فاتحہ کے بغیر رکوع نہ کرے۔ (جزء القراءت: ح ۱۳۳ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

" لا يجزئك إلا أن تدرك الإمام قائماً "

تیری (رکعت) کافی نہیں ہے اِلا یہ کہ تو امام کو رکوع سے پہلے قیام میں پالے۔

(جزء القراءت: ۱۳۲، بتحقیقی وسندہ حسن)

(3)

۲- عن علی وابن مسعود قالا من لم يدرك الركعة فلا يعتد بالسجدة . (معجم طبرانی کبیر ص…)	حضرت علی رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض دونوں نے فرمایا کہ جس نے (امام کو) رکوع (میں) نہ پایا اس کے سجدہ (میں) پانے کا کوئی اعتبار نہیں۔

جواب: اس روایت کا صحیح ترجمہ مع متن درج ذیل ہے۔

من لم يدرك الركعة فلا يعتد بالسجدة

جو (شخص) رکعت نہ پائے تو وہ سجدے کا اعتبار نہ کرے۔ (المعجم الکبیر: ۹؍۳۱۱ ح ۹۳۵۱)

تنبیہ: ''فاتہ الرکوع'' والی روایت میں ابو اسحاق السبیعی مدلس ہے، دیکھئے نور الصباح ص ۱۳۷ تصنیف: حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی)

(4)

۴- عن خارجة بن زيد بن ثابت ان زيد بن ثابت كان يركع على عتبة المسجد ووجهه الى القبلة ثم يمشي معترضا على شقه الايمن ثم يعتد بها ان وصل الى الصف او لم يصل. (طحاوی ج ۱ صفحہ ۲۴۷)	حضرت خارجہ بن زید، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ مسجد کی دہلیز میں قدم رکھتے ہی قبلہ رو ہو کر رکوع میں چلے جاتے پھر (بحالت رکوع) دائیں طرف (صف کی طرف) چل پڑتے اور اس رکوع سے پوری رکعت شمار کرتے چاہے آپ صف تک پہنچتے یا نہ پہنچتے۔

جواب: اس مسئلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اپنے درمیان اور علمائے سلف کے درمیان اختلاف ہے، سیدنا ابو ہریرہ، زید بن وہب، امام بخاری وغیرہم کی تحقیق میں مدرکِ رکوع کی رکعت نہیں ہوتی، جب صحابہ میں اختلاف ہو تو پھر مرفوع احادیث کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور یہ مرفوع حدیث عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

الزامی جواب: حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ایک راوی ہے جو کہ خطا کار اور مضطرب الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے'' (نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۱۹۹)

طحاوی والی روایت (۱؍۲۴۷) کا راوی بھی یہی ابن ابی الزناد ہے، کیا خیال ہے؟



(5)

٥- عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا جئتم إلى الصلوة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئا ومن أدرك الركعة فقد أدرك الصلوة. (ابوداود [illegible])	حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤ اور ہم سجدہ میں جا چکے ہوں تو تم بھی سجدہ میں چلے جاؤ اور اس رکعت کو شمار نہ کرو البتہ جس نے رکوع پالیا اس نے نماز (کی وہ رکعت) پالی۔

جواب: اس کے راوی یحییٰ بن ابی سلیمان کے بارے میں عینی حنفی نے کہا:

" قال أبو حاتم : مضطرب ، يكتب حديثه "

ابوحاتم نے کہا: یہ مضطرب ہے، اس کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ (شرح سنن ابی داود: ۱۰۴/۴)

تنبیہ: امام یحییٰ بن معین کے نزدیک " یکتب حدیثه " کا مطلب یہ ہے کہ راوی ضعیف ہے، دیکھئے الکامل لابن عدی: ۲۴۲/۱، ۲۴۳)

(6)

٦- عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من أدرك ركعة من الصلوة فقد أدركها قبل أن يقيم الإمام صلبه. (صحیح ابن خزیمہ [illegible] وصحیح ابن حبان [illegible])	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے رکوع میں اٹھنے سے پہلے رکوع کو پالیا اس نے وہ رکعت پالی۔

جواب: اس کا راوی قرہ بن عبدالرحمٰن ہے، قرہ کے بارے میں عینی حنفی نے امام احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ " منكر الحديث جداً " یہ سخت، منکر احادیث بیان کرنے والا ہے۔ (شرح سنن ابی داود: ۲۸۸/۴)

(7)

٧- مالك أنه بلغه أن أبا هريرة كان يقول من أدرك الركعة فقد أدرك السجدة ومن فاته أم القرآن فقد فاته خير كثير. (مؤطا امام مالک [illegible])	حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ جس نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا اور جس سے ام القرآن فوت ہوگئی اس سے خیر کثیر فوت ہوگئی۔

جواب: "بلغه" کا مطلب یہ ہے کہ امام مالک تک یہ بات پہنچی ہے، اب پہنچانے والا کون ہے یہ معلوم نہیں ہے لہٰذا یہ روایت منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

(8)

٨- مالك أنه بلغه أن عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت كانا يقولان من أدرك الركعة فقد أدرك السجدة. (مؤطا امام مالک [illegible])	حضرت امام مالکؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور زید بن ثابتؓ دونوں فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص نے رکوع پالیا اس نے سجدہ بھی پالیا۔

جواب: یہ روایت بھی "بلغه" کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۹)

۹- عن ابن عمر انه كان يقول اذا فاتتك الركعة فاتتك السجدة ۔ (موطا امام محمد صفحہ ...)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب تجھ سے رکوع فوت ہوگیا تو سجدہ بھی فوت ہوگیا (یعنی وہ رکعت نہ ہوئی)

مذکورہ احادیث و آثار سے ثابت ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے تو اس کی وہ رکعت صحیح ہو جائے گی۔ اس کے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرہؓ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو رکوع میں پایا اور رکعت پانے کے لیے جلدی سے رکوع میں چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ ہوا تو آپ نے حضرت ابوبکرہؓ کو دعا دی اور فرمایا آئندہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی لہٰذا ...
حضرت ابوبکرہؓ نے رکوع میں ملنے کے لیے جو جلدی کی اس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو رکوع میں پالینے سے وہ رکعت ہو جاتی ہے ورنہ حضرت ابوبکرہؓ رکوع میں ملنے کی کوشش نہ کرتے۔

جواب: محمد بن الحسن الشیبانی کذاب ہے۔ دیکھئے ص ۱۱۷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس کی وہ رکعت ہوگئی جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے واضح ہے اسی پر صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین کا عمل تھا اسی کو ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ نے اپنایا۔ گویا یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوا۔

جواب: اجماع کا دعویٰ جھوٹ ہے تحقیق کے لئے دیکھئے جزء القراءت للبخاری وغیرہ، یہ کیسا اجماع ہے جس میں ابوہریرہ، زید بن وہب اور امام بخاری وغیرہ شامل نہیں ہیں۔ (ص ۳۵۸) (جمہور فقہاء)

چنانچہ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی لکھتے ہیں۔

" قال جمهور الفقهاء من ادرك الامام راكعا فكبر وركع وامكن يديه من ركبتيه قبل ان يرفع الامام راسه فقد ادرك الركعة ومن لم يدرك ذالك فقد فاتته الركعة ومن فاتته الركعة فاتته السجدة اي لا يعتد بها هذا مذهب مالك والشافعي وابي حنيفة واصحابه والثوري والاوزاعي وابي ثور واحمد واسحق وروي ذالك عن علي وابن مسعود وزيد وابن عمر وقد ذكرنا الاسانيد عنهم في التمهيد" (الاستذکار ... ۲۵)

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا گیا اور دونوں گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ امام کے اٹھنے سے پہلے پہلے تو اس نے وہ رکعت پالی اور جس نے امام کو رکوع میں نہ پایا اس سے رکوع فوت ہوگیا اور جس سے رکوع فوت ہوگیا اس سے سجدہ فوت ہوگیا یعنی اس کا سجدہ بھی معتبر نہیں ہے۔ یہی مذہب ہے حضرت امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب و سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام ابوثور، امام احمد، اسحٰق بن راھویہ کا اور یہی حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور ہم نے ان کی سندیں تمہید میں ذکر کر دی ہیں۔

جواب: جمہور کے لفظ سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے پر کوئی اجماع نہیں ہے، نیز دیکھئے فتاوی السبکی: ۱/۱۴۰ اور فتح الباری: ۲/۱۱۹ قبل ح ۷۳۶

لیکن چونکہ امام کو رکوع میں پالینے والے مقتدی کی رکعت کا ہو جانا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ مقتدی کی نماز فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے، مقتدی پر فاتحہ فرض نہیں، اور یہ غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے اس لیے انہوں نے ان تمام احادیث، آثار اور اجماع اُمت کے خلاف بڑی ڈھٹائی کے ساتھ صاف طور پر کہہ دیا کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اس کی وہ رکعت نہیں ہوگی سلام پھیرنے کے بعد اس رکعت کو ادا کرے۔

چنانچہ مولوی عبد الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں:-

"مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔" (فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ...)

نوٹ:- یہ فتویٰ میاں نذیر حسین صاحب کا مصدقہ فتویٰ ہے۔

نواب نور الحسن لکھتے ہیں۔

"بے فاتحہ نماز صحیح نیست و نہ ادراک رکعت معتد بہ۔" (عرف الجادی ص ...)

سورہ فاتحہ کے بغیر نہ نماز صحیح ہے اور نہ ہی (رکوع میں امام کو پانے سے) رکعت کے پانے کا اعتبار ہے۔

نواب وحید الزمان لکھتے ہیں۔

"ولو وجد الامام في الركوع لا يعتد بتلك الركعة لان قراءة الفاتحة فرض عندنا۔" (نزل الابرار ج ۱ ص ...)

اگر امام کو رکوع میں پایا تو (نماز میں) اس رکعت کو شمار نہیں کیا جائیگا کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا ہمارے نزدیک فرض ہے۔

مولوی یونس دہلوی لکھتے ہیں:-

"مدرک رکوع کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی۔" (دستور المتقی ص ...)

ملاحظہ فرمائیے! اللہ کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پالینے والے کی رکعت ہو جاتی ہے۔ صحابہ کرام تابعین عظام کا کہنا ہے کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے۔ ائمہ مجتہدین اس پر متفق ہیں کہ اس کی رکعت ہو جاتی ہے لیکن غیر مقلدین جو بجھک کر رہے ہیں کہ امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت ہرگز نہیں ہوتی کیونکہ یہ بات ان ماننے سے ان کے مسلک پر زد پڑتی ہے اور چونکہ اپنا مسلک اور دوسروں کی مخالفت عزیز ہے اس لیے نہ قولِ رسول کی پرواہ نہ آثارِ صحابہ کی فکر، نہ اجماعِ امت کا خیال بلکہ ایک غیر مقلد نے تو ایسی بات کہہ دی کہ جس کو پڑھ کر دل روتا ہے جگر پھٹتا ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ بات نقل کرنے کو دل تو نہیں چاہتا لیکن محض اس لیے نقل کر دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کا انداز بیان اور طرز عمل لوگوں کے سامنے آجائے۔ ذرا دل تھام لیجئے کہیں شق نہ ہو جائے یہ حوالہ ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم کی زبانی نقل کیا جاتا ہے۔

"اول تحریر ایک ہمارے ہی علمائے اہل حدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد والوں کو مخلد في النار (ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے) ہونے کا حکم صادر فرما دیا تھا۔ نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ متروک ہوتی ہے لہٰذا اس کی نماز نہیں، جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے۔ بے نماز کافر ہے اور وہ مخلد في النار ہے بلفظہٖ۔" (تنظیم اہل حدیث ... ادراک رکعت ... ص ...)

قارئین کرام یہ ہے غیر مقلدین کا قول و عمل اور یہ ہے ان کی قرآن و حدیث سے محبت۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ حدیث کی موافقت ہے یا مخالفت؟

جواب: امام بخاری وغیرہ کی تحقیق یہ ہے کہ مدرکِ رکوع کی رکعت نہیں ہوتی۔ کیا خیال ہے، امام بخاری بھی غیر مقلدین میں سے تھے؟

﴿ جواب الإقتصار على الفاتحة في الآخريين وجواز التسبيح موضعها وجواز السكوت ﴾

الاقتصار على الفاتحة في الاخريين
وجواز التسبيح موضعها وجواز السكوت
پچھلی کی آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیئے اور
ان رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے

جواب: معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک امام ہو یا منفرد، دونوں پر ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا واجب یا لازم نہیں ہے، اسی لئے تو اشرف علی تھانوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''مسئلہ: ۱۷۔ اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمد نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی درست ہے لیکن الحمد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کوئی حرج نہیں نماز درست ہے۔ (شرح التنویر: ۱/۵۳۳)''

(بہشتی زیور حصہ دوم ص۱۹ (۱۶۳) فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

(1)

۱۔ عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر فی الاولیین بام الکتاب وسورتین وفی الرکعتین الاخریین بام الکتاب الحدیث۔ (بخاری [illegible])

حضرت عبد اللہ اپنے والد حضرت ابو قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری دو سورتیں پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔

جواب: یہ حدیث: اہل حدیث کی زبردست دلیل ہے کہ نماز کی چاروں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھنی چاہیے، دیوبندی حضرات اس صحیح حدیث کے مخالف ہیں۔

(2)

۲۔ عن عبید اللہ بن ابی رافع عن علی رضی اللہ عنہ انہ کان یقرأ فی الرکعتین الاولیین من الظہر بام القرآن وقرآن وفی العصر مثل ذالک وفی الاخریین منہما بام القرآن وفی المغرب فی الاولیین بام القرآن وقرآن وفی الثالثۃ بام القرآن قال عبید اللہ واراہ قد رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (طحاوی [illegible])

عبید اللہ بن ابی رافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور قرآن کی کوئی دوسری سورۃ پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ، اور مغرب میں بھی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھتے تھے اور آخری رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ، عبید اللہؓ فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا ہے۔

جواب: یہ بھی اہل حدیث کی دلیل ہے جسے دیوبندی نہیں مانتے۔

(3)

۳۔ عن جابر قال اما انا فاقرأ فی الرکعتین الاولیین من الظہر والعصر بفاتحۃ الکتاب وسورۃ وفی الاخریین بفاتحۃ الکتاب۔ (کنز العمال [illegible])

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں تو سورۃ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتا ہوں اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ۔

جواب: یہ بھی اہلِ حدیث کی دلیل ہے۔

④

۴- عن جابر بن سمرة قال شكا اهل الكوفة سعدا الى عمر فعزله واستعمل عليهم عمارا فشكوا حتى ذكروا انه لا يحسن يصلي فارسل اليه فقال يا ابا اسحق ان هؤلاء يزعمون انك لا تحسن تصلي قال اما انا والله فاني كنت اصلي بهم صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اخرم عنها اصلي صلاة العشاء فاركد في الاوليين واخف في الاخريين قال ذاك الظن بك يا ابا اسحق، الحديث

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمرؓ سے حضرت سعدؓ کی شکایت کی آپ نے انہیں معزول کرکے حضرت عمار بن یاسرؓ کو ان پر عامل مقرر کردیا۔ اہل کوفہ نے شکایت میں یہ بات بھی ذکر کی کہ انہیں تو اچھی طرح نماز پڑھانی بھی نہیں آتی، حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اے ابو اسحٰق ان لوگوں کا خیال ہے کہ تمہیں اچھی طرح نماز پڑھانی بھی نہیں آتی حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ بخدا میں تو انہیں وہی نماز پڑھاتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی ذرا اس میں کمی نہیں کرتا انہیں میں عشاء کی نماز پڑھاتا ہوں تو پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں دوسری دو رکعتیں مختصر، حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابو اسحٰق تم سے یہی گمان ہے۔

جواب: یہ بھی اہلِ حدیث کی دلیل ہے۔

⑤

۵- عن ابی عون قال سمعت جابر بن سمرة قال قال عمر لسعد لقد شكوك في كل شيء حتى الصلوة قال اما انا فامد في الاوليين واحذف في الاخريين ولا آلو ما اقتديت به من صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال صدقت ذاك الظن بك او ظني بك۔

حضرت ابو عونؒ کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہؓ کو کہتا سنا انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ان لوگوں نے تمہاری ہر معاملہ میں شکایت کی ہے حتی کہ نماز میں بھی۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ میں پہلی دو رکعتیں لمبی پڑھاتا ہوں اور دوسری دو رکعتیں مختصر۔

تنبیہ: معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے ساتھ "حدیث اور اہلحدیث" کے مصنف کے ہاتھ سے وہ احادیث لکھوائی ہیں جو ان دیوبندیوں کا زبردست رد ہیں۔

والحمدللہ

⑥

۶- عن ابراهيم ان ابن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام وكان ابراهيم يأخذ به وكان ابن مسعود اذا كان اماما قرأ في الركعتين الاوليين ولا يقرأ في الاخريين شيئا۔ (معجم طبرانی کبیر)

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ خود بھی اسی پر عمل کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب امام بنتے تھے تو صرف پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرتے تھے دوسری رکعتوں میں نہیں۔

جواب: المعجم الکبیر للطبرانی (۳۰۳/۹، ۳۰۴ ح ۹۳۱۳) کی اس روایت کا راوی حماد بن ابی سلیمان مدلس ہے۔ (طبقات المدلسین: ۲/۴۵) اور روایت معنعن ہے۔ حماد مذکور کا دماغ آخری عمر میں خراب ہوگیا تھا، حافظ ہیثمی نے فرمایا کہ "حماد کی صرف وہی حدیث مقبول ہے جو اس سے شعبہ، سفیان ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کی ہے، باقی سب اس کے اختلاط کے بعد روایت بیان کرتے ہیں۔" (دیکھئے مجمع الزوائد: ۱۱۹/۱، ۱۲۰)



(7)

۷۔ عن عبید اللہ بن ابی رافع قال کان یعنی علیا یقرأ فی الاولیین من الظہر والعصر بام القرآن وسورۃ ولا یقرأ فی الاخریین۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص...)	حضرت عبید اللہؓ بن ابی رافع فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھتے تھے اور دوسری دو رکعتوں میں قرات نہیں کرتے تھے۔

جواب: زہری مدلس ہے دیکھئے شرح معانی الآثار: ج ا ص ۵۵ باب مس الفرج ،هل يجب فيه الوضوء أم لا؟

اور یہ روایت معنعن ہے لہٰذا امام طحاوی کے اصول سے مردود ہے۔

(8)

۸۔ عن ابی اسحٰق عن علی و عبد اللہ انہما قالا اقرأ فی الاولیین وسبح فی الاخریین۔	ابو اسحٰق سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ دونوں نے فرمایا کہ پہلی دو رکعتوں میں تو قراءت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کہے۔

جواب: ابواسحاق السبیعی مدلس ہے دیکھئے ص ۱۲۵۔ شریک القاضی بھی مدلس ہے، دیکھئے طبقات المدلسین (۵۶/۲) اور روایت معنعن ہے۔

تنبیہ: مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت میں ابو اسحاق اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان حارث (الاعور) کا واسطہ ہے، حارث الاعور کے بارے میں علامہ نووی نے کہا:

" **فإنه كان كذاباً** " بیشک وہ کذاب تھا۔ (نصب الرایہ: ۳۶۷/۱)

(9)

۹۔ عن علی قال یسبح و یکبر فی الاخریین تسبیحتین۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ج ا ص...)	حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری دو رکعتوں میں (نمازی) تسبیح اور تکبیر کہے۔

جواب: اس روایت میں حارث الاعور راوی ہے جسے "حدیث اور اہلحدیث" کے مصنف نے چھپالیا ہے، حارث الاعور کذاب تھا، دیکھئے حدیث سابق: ۸

(10)

۱۰۔ عن ابراہیم قال ما قرأ علقمۃ فی الرکعتین الاخریین حرفا قط۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص...)	حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہؒ نے آخری دو رکعتوں میں کوئی حرف بھی نہیں پڑھا۔

جواب: اس کا راوی حماد بن ابی سلیمان مدلس اور مختلط ہے اور یہ روایت اختلاط کے بعد کی ہے، دیکھئے حدیث سابق: ٦

(11) ۱۔ عن ابراهیم قال اقرأ فی الاولیین بفاتحة الکتاب وسورة وفی الاخریین سبّح (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۰۰)

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ تو پہلی دو رکعتوں میں تو سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت دونوں پڑھ، اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کر لے۔

جواب: دیوبندی اصول سے یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ سفیان ثوری مدلس ہیں، دیکھئے ص۱۲۹ اور یہ حدیث معنعن ہے۔

مؤدبانہ عرض ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک ابراہیم نخعی ''علیہ السلام'' کب سے حجت ہو گئے ہیں؟ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تابعین کے اقوال و افعال حجت نہیں ہیں، دیکھئے القول المتین ص۷۰، وتذکرہ النعمان ص۲۴۱۔ شروع میں نمبر ا وغیرہ میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے لیکن دیوبندی حضرات کہتے ہیں کہ ''سورۂ فاتحہ کی جگہ تسبیح پڑھنا اور خاموش رہنا بھی جائز ہے''

معلوم ہوا کہ سنت کی مخالفت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ فاتحہ کے بھی منکر ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

(۱۱ جون ۲۰۰۴ء)

الکواکب الدرية فی وجوب الفاتحة خلف الامام
فی الصلوٰة الجهرية

(طبعة جديدة مع مراجعة وزيادات)
حافظ زبیر علی زئی



۷ جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ


www.sirat-e-mustaqeem.com


مسئلہ
فاتحہ خلف الامام